نمبر ۱۱۴ | مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالےٰ کے فضل ورحم سے بخیر وعافیت ہیں۔ حضور لارڈ اروِن کے لئے جو تبلیغی تحفہ تحریر فرما رہے تھے۔ اُس کے لکھنے سے آج ۳۱۔ مارچ فارغ ہو چکے ہیں ۔

۳۰۔ مارچ بعد نماز عشا مسجد اقصےٰ میں جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالاتِ زندگی پر دلچسپ تقریر فرمائی ۔

۲۹۔ مارچ قادیان کے قریب موضع لسراواں میں ایک غیر احمدی مولوی محمد حسین کولوتارڑی سے حافظ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل کا امامانت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مباحثہ ہوا۔ جس میں احمدیوں کو خدا کے فضل سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا رقم فرمودہ تبلیغی اشتہار ندائے ایمان شائع ہو چکا ہے۔ احباب اُس کی توسیع اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیں ۔

صداقت نمبر کے مضامین کی فہرست

ذیل میں ان مضامین کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ جو ۲۴۔ اپریل ۱۹۳۱ء کو شائع ہونے والے صداقت نمبر میں چھاپے جائیں گے ان میں سے ہر ایک مضمون نہایت اہم۔ بے حد دلکش اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت عمدہ پیرایہ میں دلنشین کرنے والا ہے۔ احباب کو اس پرچہ کی اشاعت پُوری کوشش اور سعی سے کرنی چاہیئے۔ باوجود معمولی اخبار سے دوگنا حجم اور رنگدار ٹائیٹل ہونے کے قیمت صرف ایک آنہ ہے۔ جو اصل اخراجات سے بھی کم ہے۔ یہ اطلاع پڑھتے ہی مزید پرچوں کے لئے آرڈر ارسال فرما دیا جائے :-

مجلس مشاورت کے متعلق آخری اطلاع

۱- یہ آخری پرچہ ہے۔ جو مجلس مشاورت سے قبل احباب کی خدمت میں پہونچے گا۔ اس لئے یہ آخری اطلاع سمجھنی چاہیئے۔ کہ مجلس مشاورت میں جو ۳-۴-۵- اپریل کو منعقد ہو گی (انشاء اللہ تعالیٰ) ہر جماعت کے نمائندوں کا شامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ کسی جماعت کو اس بارے میں تساہل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور ضرور اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں ؛

۲- مجلس مشاورت کے موقعہ پر ہی صنعتی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ ہر ایک احمدی صناع کو اسے بارونق بنانے کے لئے اپنی اشیاء ساتھ لانی چاہیئے ؛

"الفضل" کے متعلق ایک ضروری بات

دو تین شکائتیں خریداران الفضل کی طرف سے اس مضمون کی پہونچی ہیں۔ کہ ان کے نام کا پیکٹ (جس میں الفضل کے متعدد پرچے) بیرنگ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہماری طرف سے ان پر محصول ڈاک کے ٹکٹ مطابق قواعد درست تعداد میں لگائے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی ہے کہ ہم نے اخبار کے رجسٹرڈ ہونے کی وجہ سے فی پرچہ ایک پیسہ کے حساب سے محصول لگایا۔ اور ڈاک خانہ کے کسی بگڑے دل ملازم نے اسے بک پیکٹ قرار دے لیا۔ حالانکہ پرچوں کی تعداد اور اخبار کی مہر صاف ہر پیکٹ پر چسپاں ہوتی ہے۔ پس خریداران الفضل و دیگر احباب کرام سے التجا ہے۔ کہ پیکٹ بیرنگ ہونے کی صورت میں یا تو ان سے وصول نہ کریں۔ واپس آنے پر ہم خود ڈاک خانہ والوں سے نپٹ لینگے یا ایسا پیکٹ بیرنگ تو وصول کر لیں۔ اور اس کا کور اپنی درخواست کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ صاحب سب ڈویژن ڈاک خانجات کو بھیجکر محصول واپس طلب کریں۔ ویسی شکایت بیرنگ لفافہ میں بھیجیں۔ اور اوپر اپنا پتہ مکمل اور لفظ شکایت ڈاک لکھ دیا کریں۔ بعض ڈاک خانوں میں یہ کج بحثی کی جاتی ہے۔ کہ یہ پیکٹ کھول کر دیکھا نہیں جا سکتا یا ہمیں کیا پتہ کہ اس میں کیا ہے۔ سو ان کو کہنا چاہیئے۔ کہ یہ کھول جا سکتا ہے۔ اور دیکھ لیجئے۔ اس میں اخبار ہے۔ نیز جس مقام سے یہ شائع ہوتا ہے۔ جب اس ڈاک خانہ نے اسے بدستی وصول کر کے ہر طرح اطمینان کے بعد بیرنگ نہیں کیا تو آپ کو کیا حق ہے۔ کہ اسے بیرنگ کریں ؛

مینیجر الفضل قادیان

ایک ضروری اعلان

نظارت دعوت و تبلیغ کے اعلان پر اب تک جن ایم۔ اے۔ یا بی۔ اے اصحاب نے درخواستیں بھیجی ہیں۔ ان کی درخواستیں ۳- اپریل کو اس کمیشن کے سپرد کی جائیں گی۔ جو ایسی اغراض کے لئے مقرر ہے۔ اور چونکہ پریسیڈنٹ صاحب کمیشن نے مجھے اطلاع دی ہے۔ کہ وہ مجلس مشاورت پر قادیان آنے والے ہیں۔ اور درخواست کنندگان سے بھی ملنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ درخواست کنندگان مجلس مشاورت کے موقعہ پر قادیان آکر مجھ سے ملیں۔ تا میں ان کو کمیشن کے سامنے پیش کر سکوں۔ کمیشن سے ملاقات ۳- یا ۴- اپریل کو ہو گی۔ اس کے بعد وقت نہیں مل سکے گا۔ اس لئے درخواست دہندگان ۳- اپریل کو یہاں پہونچ جائیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مسلمانوں پر مظالم کرنیوالوں سے خطاب

مُسلم کو اس جہاں میں ہر دم ستانے والو ۔۔۔ مظلوم بے کسوں کے دل کو دُکھانے والو
تیغِ ستم چلا کر۔ فتنے جگانے والو ۔۔۔ بچوں کو قتل کر کے۔ خوشیاں منانے والو
بے باک اس قدر ہو۔ کیوں خوں بہانے والو۔
سوراج کا جہاں کو۔ قصہ سنانے والو۔

دُنیا یہ جانتی ہے۔ تم ہی ستم ہو ڈھاتے ۔۔۔ تم ہی ہو قتل کر کے دریائے خوں بہاتے
پھُولے پھلے چمن میں تم آگ ہو لگاتے ۔۔۔ عیش و طرب مٹاتے۔ دُنیا کا دِل دُکھاتے
اورنگ زیب کو اے ظالم بتانے والو
سیوا سے ڈاکوؤں کا سِکہ بٹھانے والو

کیوں آگرہ میں تم نے مُسلم کا خوں بہایا ۔۔۔ کیوں کانپور میں بے لوگوں کا دل دُکھایا
کیوں مسجدوں کو تُم نے یُوں برملا جلایا ۔۔۔ کیوں غم زدہ دلوں پہ بارِ الم گرایا۔
اے کانگرس کا جھنڈا ہر دم اٹھانے والو
خاکِ وطن میں لاکھوں مسلم ملانے والو

تم بڑھ چلے جفا میں۔ اے دشمنانِ ملّت ۔۔۔ لیکن یہ یاد رکھنا چھائیگی تم پہ ذلّت
کام آئے گی تمہارے کچھ بھی نہ اپنی دولت ۔۔۔ مٹ جائیگی جہاں سے اک دن یہ سب جہالت
گردن پہ مسلموں کی خنجر چلانے والو
ویدوں کی آگیا پہ سر کو جھکانے والو

آخر قضا کے ہاتھوں۔ تم کو سزا ملے گی ۔۔۔ جو کچھ کیا ہے تم نے اُس کی جزا ملے گی۔
مسلم کو دردِ دل کی شافی دوا ملے گی ۔۔۔ دستِ خدا سے ہم کو طاقت عطا ملے گی۔
نقشِ وفا مٹا کر دل سے بھلانے والو
امن و سکوں پہ ہر دم بجلی گرانے والو

طاہر

بیت المال کا ضروری اعلان

جیسا کہ اس سے پہلے اعلان کیا گیا ہے۔ مالی سال کے ختم ہونے میں قلیل عرصہ رہ گیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ ٹھیک ۳۰ اپریل کی شام تک جماعتیں اپنا بجٹ پورا کر لیں۔ اس کے لئے آنریری انسپکٹر معائنہ کی غرض سے مقرر کئے گئے ہیں ؛

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض احباب کو اس سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ مستقل محصل کام نہیں کرینگے۔ یہ درست نہیں۔ مستقل محصل بدستور کام کرتے رہیں گے آنریری انسپکٹر ان کے علاوہ معائنہ کریں گے۔ - ناظر بیت المال قادیان

قابل توجہ امراء و سکرٹریان تعلیم و تربیت

رجسٹر تعلیم و تربیت۔ بہت ہی تھوڑی انجمنوں نے ابھی تک منگوائے ہیں۔ حالانکہ یہ رجسٹر ہر ایک انجمن کو منگوا کر بہت جلد مندرجہ ہدایات و لائحہ عمل کے مطابق کام شروع کر دینا چاہیئے تھا۔ بہت تاخیر ہو چکی ہے چونکہ اب مجلس مشاورت پر قریباً ہر جگہ کے نمائندے آ رہے ہیں۔ اس لئے جن انجمنوں میں ابھی تک رجسٹر نہیں گئے۔ وہ اپنے نمائندوں کو تاکید کر دیں کہ دفتر تعلیم و تربیت سے رجسٹر لے لیں۔ اور اس کا اندراج سمجھ لیں۔ یہ رجسٹر ایک روپیہ قیمت پر ملتا ہے۔ جو اصل لاگت ہے ؛

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

قابل تعریف ایثار

سندھی شاہ صاحب احمدی ولد اسمٰعیل ذات شیخ عمرہ ۶۵ سال ساکن بنگہ نے اپنی جائداد قیمتی ۲۰۰۰ جس کی تفصیل درج ذیل ہے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہبہ کر کے اس کی رجسٹری سب رجسٹرار صاحب بنگہ سے ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو کرا کر قبضہ بھی دیدیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میاں سندھی شاہ صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ تفصیل جائداد

(۱) ایک مکان پختہ و خام واقعہ قصبہ بنگہ (۲) موازی ۷ مرلہ اراضی قسم بنجر قدیم نمبر کھیوٹ ۳۶۲ نمبر کھتونی ۹۳۱ نمبر خسرہ ۳۷۱۹/۱۰۶۷ من جانب جنوب قطعہ ۱ قصبہ بنگہ ۱۰۸۲

(۳) موازی ۱ کنال ۱۴ مرلہ اراضی قسم چاہی نمبر کھیوٹ ۳۷۹ و نمبر کھتونی ۹۲۷ و نمبر خسرہ معہ حصہ چاہ آبپاشی و معہ حصہ شاملات متمولہ جو بعوض مبلغ پانصد روپیہ میں اسمٰعیل ولد رولو راجپوت ساکن بنگہ رہن با قبضہ ہے (۴) موازی یک کنال ۱۰ مرلہ اراضی قسم چاہی واقعہ رقبہ کا ہمہ تھانہ بنگہ جو منجانب مولا شاہ راہن بروئے انتقال ۱۲۰۵ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۳۰ء بدست مظہر ۱۵۰ رہن با قبضہ بعوض مبلغ یکصد پچاس روپیہ ہے ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

گاندھی جی کے نادان دوست

مذہبی لحاظ سے گاندھی جی ایک ادنےٰ مسلمان کے مقابلہ میں بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے

گاندھی جی کی اس وقت تک کی تمام سرگرمیاں سیاسیات تک محدود ہیں۔ مذہبیات میں دخل دینے کی نہ ہی انہوں نے کوشش کی ہے۔ نہ اس بارے میں کسی قسم کا انہیں دعوٰے ہے۔ اور نہ آجتک انہوں نے کوئی ایسی اصلاح کی ہے جسے مذہبی دُنیا میں کوئی وقعت دی جاسکے۔ ان حالات میں جو لوگ انہیں مذہبی راہنما کا درجہ دیتے ہیں۔ وُہ مدعی سُست گواہ چُست سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے لیکن ان سے بھی بڑھکر جو لوگ گاندھی جی کو عظیم الشان مذہبی پیشواؤں کا ہمپلہ اور ہم رتبہ قرار دیتے ہیں۔ ان عظیم الشان ہستیوں کا ہمرتبہ بتاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ میں مذہبی اور روحانی طور پر دُنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ ضلالت اور گمراہی میں پڑی ہُوئی مخلوق کو خداشناس اور خدارسیدہ بنا دیا۔ اور دُنیا کی راہنمائی کرنے کی قابلیت پیدا کر دی۔ وُہ نہایت ہی شرمناک فعل کے مرتکب ہوتے اور خواہ مخواہ کروڑوں انسانوں کی دل آزاری کا باعث بنتے ہیں۔

دہلی کے اخبار "ریاست" نے حال ہی میں گاندھی جی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"انگریز جس کو برہنہ باغی سمجھتے ہیں۔ وُہ موجودہ صدی کا پیغمبر اعظم ہے۔ اور اس کا مرتبہ حضرت مسیحؑ۔ حضرت محمدؐ۔ گورونانک۔ سری کرشن۔ اور دوسرے پیغمبروں یا اوتاروں سے کم نہیں ہے"۔

اگر خود گاندھی جی اس قسم کا کوئی دعوٰے کرتے۔ تو براہ راست انہیں مخاطب کر کے کہا جاسکتا تھا کہ "دوسرے پیغمبروں یا اوتاروں سے کم نہ ہونے" کا ثبوت پیش فرمائیے۔ اور اپنے کارناموں کے ذریعہ ثابت کیجئے۔ کہ آپ کو ان مقدس انسانوں سے کیا نسبت ہے۔ جن کی نظر میں دنیا کی بڑی سے بڑی عزت و توقیر پرکاہ جتنی بھی وقعت نہ رکھتی تھی۔ اور جنہوں نے روحانیت کے مقابلہ میں مادیات کو کبھی ذرا بھی وقعت نہ دی۔ لیکن گاندھی جی اس بارے میں قطعاً خاموش ہیں۔

البتہ ان کے نادان دوست ان کے متعلق ایسا دعوٰے پیش کر رہے ہیں۔ جو گاندھی جی کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آیا۔ اور نہ آسکتا ہے۔ اس لئے انہی کو مخاطب کر کے کہا جاسکتا ہے۔ کہ اس قسم کی شرانگیز تحریروں سے وُہ گاندھی جی کی وقعت نہیں قائم کر رہے بلکہ انہیں لوگوں کی نظروں سے گرا رہے ہیں۔ اور اس بات کی ضرورت پیدا کر رہے ہیں۔ کہ گاندھی جی کی بے جا تعریف کر کے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقدس انسانوں کی تحقیر کرنے والوں کی نادانی اور جہالت ظاہر کی جائے۔

کوئی ایسا انسان جو خدا تعالےٰ کے پیغمبروں کی حقیقی شان کے متعلق صحیح علم رکھتا ہے۔ اور خاص کر ہر مسلمان جو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام پیغمبروں کا سرتاج اور سید ولد آدم یقین کرتا ہے۔ یہ سُن بھی نہیں سکتا۔ کہ مذہبی اور روحانی لحاظ سے گاندھی جی کا رُتبہ سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ادنیٰ ترین غلام کے بھی برابر ہو سکتا ہے۔ کجا یہ کہ خود آپؐ کی ذات اقدس کے برابر کسی کو قرار دیا جائے۔

کون نہیں جانتا۔ گاندھی جی اس مذہب کے منکر ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور جس کے متعلق آپؐ نے بالکل صاف اور واضح طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کیا۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ کہ اللہ کے نزدیک حقیقی دین اسلام ہی ہے۔ یعنی وُہ دین جس پر چل کر انسان اپنے معبود کی رضا حاصل کر سکتا۔ اور رُوحانی نعماء سے مستفیض ہو سکتا ہے۔ وُہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ پھر یہاں تک کھول کر بتا دیا۔ کہ ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔ اور اگر کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین رکھتا ہے، تو اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ اس دین کو قطعاً قبول نہ کریگا۔ اور ایسا انسان انجام کار سخت خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اب کوئی اور شخص خواہ گاندھی جی کو کچھ سمجھے۔ لیکن ایک مسلمان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا فخر رکھتا ہے اور جو قرآن کریم کو خدا تعالےٰ کا کلام یقین کرتا ہے۔ اس کے نزدیک گاندھی جی ایک ادنےٰ درجہ کے مسلمان کے مقابلہ میں بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ایک مسلمان اپنے آپ کو اس مذہب کا پیرو قرار دیتا ہے۔ جو حقیقی دین ہے۔ لیکن گاندھی جی اس کے منکر ہیں۔ اور ایسے اعتقادات رکھتے ہیں۔ جن کے متعلق ہر ایک مسلمان سمجھتا ہے۔ کہ وُہ اسلام کے بالکل خلاف اور خدا تعالےٰ کے نزدیک قطعاً مردود ہیں۔

پس جبکہ مذہبی لحاظ سے گاندھی جی ایک ادنےٰ ترین غلام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابلہ میں بھی کھڑے نہیں کئے جاسکتے تو انہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل کھڑا کرنا اعلےٰ درجہ کی حماقت یا شرارت نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس کا ارتکاب ایسا ہی انسان کر سکتا ہے۔ جو یا تو عقل و سمجھ سے بالکل عاری ہو چکا ہو۔ یا پھر شرارت کا پتلا ہو۔ اور جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور احساسات کو دیدہ دانستہ پامال کرنا چاہتا ہو۔ ہمارے نزدیک اخبار "سیاست" مؤخر الذکر شق کے نیچے آتا ہے۔ جس نے بڑی بے باکی سے گاندھی جی کو بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ پر رکھنے کی قابل نفرین حرکت کر کے ضرورت پیدا کی ہے۔ کہ مسلمان اس کے خلاف اپنے رنج و غم کا اظہار کریں۔

در اصل اس قسم کی تکلیف دہ اور رنج افزا بیہودگی کا باعث وُہ لوگ ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہُوئے گاندھی جی کے متعلق حد سے بڑھے ہُوئے اخلاص و عقیدت کی نمائش کرتے۔ اور غیر مسلموں کو جرأت دلاتے ہیں۔ کہ وُہ گاندھی جی کو پیش کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کے مرتکب ہوں۔ - - - - - - -

- - - - - - - - اس قسم کے لوگ اگر گاندھی جی کو اپنا راہنما نہ بناتے۔ ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے نہ ملاتے۔ اور ان کی تقلید اختیار نہ کرتے تو کسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اس طرح گستاخی کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں۔ جو اپنی مذہبی غیرت اور حمیت کو بالائے طاق رکھ کر گاندھی جی کے ایسے شیدائی بن چکے ہیں۔ کہ وُہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے وُہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل گاندھی جی کو کھڑا کر رہے ہیں۔ اور اس طرح گاندھی جی کے مسلمان شیدائیوں کی اسلامی غیرت کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ وہ لوگ جو اس قسم کی خرافات سنکر خاموش رہ سکتے ہیں۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ گاندھی جی کو مذہبی لحاظ سے کسی معمولی مسلمان کے ساتھ بھی کوئی نسبت ہے۔

تعجب ہے۔ کہ گاندھی جی جو اپنے آپ کو فروتنی کا کامل نمونہ قرار دیتے۔ اور شہرت پسندی سے علیحدہ رہنے کا ادعا کرتے ہیں۔ وہ اپنے متعلق اس قسم کے بیجا اور دُور از حقیقت تعریفی الفاظ سنکر ان کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھتے جس سے شک گزرتا ہے۔ کہ شاید ان کی مرضی اور منشار کے ماتحت ایسا کیا جاتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے متعلق اُن کا رویہ اور زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ وہ جس قدر چاہیں۔ اپنی تعریف کرائیں۔ لیکن اس بات کا انہیں کوئی حق نہیں کہ اپنے ثنا خوانوں کے ذریعہ مقدس مذہبی پیشواؤں کی تحقیر ہونے دیں۔ ایسے بیانات کی انہیں فوراً تردید کرنی چاہیئے۔ اور اس فتنہ پردازی سے روک دینا چاہیئے۔ ورنہ مسلمان یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہونگے۔ کہ ان کے سیاسی اور ملکی حقوق کے ساتھ ہی ان کے مقدس مذہبی جذبات اور احساسات کو بھی کچلا جا رہا ہے:

سکھوں کی نامعقول روش

سکھ جب اپنے سیاسی اور ملکی مطالبات میں معقولیت کا کوئی شائبہ نہیں پاتے۔ تو قوت اور تلوار کی دھمکیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ حال میں سکھوں کے روزانہ اخبار اکالی (۲۶ مارچ) نے سکھوں کے مطالبات کی دلایل کے ساتھ معقولیت ثابت کرنے کی بجائے یہی طریقِ عمل اختیار کیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھا ہے:۔

"ہم نقارے کی چوٹ سے اعلان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں نے پنجاب کا راج لینا ہے۔ تو تلوار کے زور سے سکھوں کو تباہ کر کے اپنا راج قائم کر لیں۔ رضامندی سے ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ پنجاب میں کوئی بھی دستور اساسی سکھوں کی منظوری کے بغیر نہیں چل سکے گا۔ بھلا کتنی دیر تک انگریزی سنگینوں سے یہاں اسلامی راج قائم رکھا جائے گا۔ آخر یہاں مشترکہ حکومت ہی قائم ہوگی۔ مشترکہ حکومت اسی صورت میں ہوگی۔ کہ پنجاب کونسل میں سکھوں کو تیس فیصدی اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چالیس فیصدی نشستیں دی جائیں۔ بلکہ اب اس طرح کی مشترکہ حکومت کے مطالبہ پر تل پڑے ہیں"

کیا ہی معقولیت اور انصاف پر مبنی مطالبہ ہے۔ سکھ گیارہ فیصدی ہوتے ہوئے "کم از کم" ۳۰ فیصدی نشستوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور ۵۶ فیصدی مسلمانوں کو "زیادہ سے زیادہ" چالیس فیصدی نشستیں دینا چاہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اگر مسلمانوں کو ایک بھی نشست حاصل ہو جائے۔ تو ان کے نزدیک پنجاب میں "اسلامی راج" قائم ہو جائے گا:

قطع نظر اس سے۔ کہ یہ تقسیم کہاں تک عقل و فکر کے مطابق ہے سوال یہ ہے۔ کہ کیا ۳۱ فیصدی ہندو باقی ۳۰ فیصدی نشستیں جو سکھوں کے بڑی فراخدلی سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چالیس فیصدی دینے کے بعد بچ رہیں گی۔ منظور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر نہیں۔ تو کیوں نہ سکھ اسی نسبت سے انہیں نشستیں عطا کر دیں جس نسبت سے انہوں نے اپنے لئے تجویز کی ہیں۔ اور پھر اگر کچھ بچے۔ تو مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ ورنہ کہدیا جائے۔ مسلمانوں کو اس قسم کے خرخشوں میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ ہندو سکھ مشترکہ راج میں زندگی کے دن پورے کریں:

سمجھ میں نہیں آتا۔ ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر کیوں پتھر پڑ گئے ہیں۔ جو ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیتوں میں ہیں۔ انہیں نہایت ہی کمزور اقلیتوں میں رکھنے اور جہاں اکثریت میں ہیں۔ وہاں بھی اقلیت بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور مسلمان اگر اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تو انہیں تلوار کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اگر یہی لیل و نہار رہے۔ اور غیر مسلموں کی ذہنیت اسی طرح بگڑی رہی تو کوئی تعجب نہیں۔ وہ وقت بھی آ جائے۔ جب تلوار ہی فیصلہ کر سکے۔ سکھ اگر نہایت نامعقول اور دُور از عقل و سمجھ مطالبات منوانے پر تلے ہوئے ہیں۔ تو مسلمان اپنے جائز اور معقول مطالبات سے ایک بال بھر پیچھے نہیں ہٹ سکتے:

گاندھی جی کا مقصد رام راج قائم کرنا ہے

گاندھی جی اپنے اندرونی ارادوں پر نہایت احتیاط سے پردہ ڈالے رکھنے کے باوجود بعض اوقات کسی مجبوری کے ماتحت اس قسم کے خیالات کا اظہار کر دیتے ہیں جن سے ان کا اصل منشاد اور مدعا ظاہر ہو جاتا ہے:۔

۲۶ مارچ کو کراچی میں ان مشتعل ہندو نوجوانوں کو جنہوں نے "گاندھی ازم کو تباہ کر دو" کے نعرے لگائے۔ اور کراچی کانگرس کا اجلاس ناممکن بنا دینے کی دھمکی دی۔ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں سوراج۔ رام راج یا محبت اور امن کی حکومت کے لئے جدوجہد کر رہا ہوں۔ اور یہ صرف عدم تشدد کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ اور اسی کے لئے میں جیتا ہوں۔ کھاتا۔ پیتا۔ چلتا۔ پھرتا اور تقریریں کرتا ہوں" (زمیندار)

رام راج قائم کرنے کی خوشخبری نے ہندو نوجوانوں کو مطمئن کر دیا۔ اور انہوں نے گاندھی جی کی مخالفت چھوڑ دی۔ لیکن کیا ان مسلمانوں نے بھی غور کیا۔ جو یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کا مطالبہ چھوڑ کر گاندھی جی پر اعتماد کریں۔ پورن سوراجیہ۔ مکمل آزادی خودمختار حکومت وغیرہ وغیرہ اصطلاحیں سمٹ سمٹا کر اب "رام راج" بن چکی ہیں۔ اور ہندو نوجوانوں کی ایک ہی دھمکی اس کا اعلان کرنے پر گاندھی جی کو مجبور کر چکی ہے۔ اگر گاندھی جی رام راج کے معروف مفہوم کے علاوہ کوئی اور مفہوم بھی بیان کریں۔ تو بھی کس طرح ممکن ہے کہ ہندو ان کے کسی وعدہ پر قائم رہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کو تصفیہ حقوق کر لینے کے بعد کوئی اور قدم اٹھانا چاہیئے:

کیا داڑھی فرقہ واری کا نشان ہے

گجرات اسپیشل جیل میں جن مسلمان لیڈروں نے اپنی داڑھی مونچھ کا صفایا کرا کر وطن پرستی پر اپنے مذہبی شعار کو قربان کر دیا۔ ان میں امرتسر کے ایک مشہور لیڈر بھی ہیں۔ جو ایک وقت مسلمانوں کی تنظیم اور مذہبی اصلاح کا خاص جوش لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ اب جیل سے باہر آنے پر اخبار "ملاپ" نے ان کی تصویر شائع کرتے ہوئے ان کی شان میں یہ تعریفی جملہ لکھا۔ کہ یہ صاحب "فرقہ داری کا نشان جیل ہی میں چھوڑ آئے ہیں"! گویا ہندوؤں کے نزدیک داڑھی رکھنا بھی فرقہ واری کا نشان ہے۔ اور جب تک مسلمان اس سے دست بردار نہ ہو جائیں۔ وہ قوم پرست نہیں بن سکتے:

کیا اس سے ظاہر نہیں۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے عام مذہبی شعار بھی کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ اور جب تک مسلمان ان کو ترک کر کے احکام اسلام کی تحقیر کے مرتکب نہ ہوں۔ انہیں قوم پرستی کی سند دینے کے لئے تیار نہیں:

مولوی محمد علی صاحب کی ہدایت پر "پیغام" کا عمل

افترا پردازی اور بیہودہ سرائی میں حد سے بڑھ جانے پر جب کبھی "پیغام صلح" اور اُس کے "حضرت امیر" کی اصل حقیقت پیش کی گئی۔ مولوی محمد علی صاحب نے "پیغام صلح" کو یہ ہدایت دینی ضروری سمجھی۔ کہ وہ ذاتیات کو چھوڑ کر مسائل کے متعلق لکھا کرے لیکن پیغام صلح اپنے امیر صاحب کے قول کی بجائے فعل کی تقلید کرتے ہوئے کبھی اس ہدایت پر کاربند نہ ہوا۔ حال میں بھی اس قسم کی "ہدایت" حضرت امیر نے جاری کی تھی۔ لیکن وہ بھی داخل دفتر ہو چکی ہے۔ اور پیغام صلح اپنی عادت سے مجبور ہو کر انہی اوچھے ہتھیاروں سے کام لے رہا ہے جنہیں کوئی شریف انسان پسند نہیں کر سکتا:

چنانچہ ۲۷ مارچ کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

"الفضل کے لئے موسم بہار بخت دماغی طغیانیوں کا موسم ہے وہ پرانے تعلقات کو یاد کر کے ہمیں جتنی بھی گالیاں دے۔ اس میں ہم اسے معذور سمجھتے ہیں۔ چونکہ ہم اُس کی قلبی کیفیات میں مزید ہیجان کا باعث نہیں بننا چاہتے۔ اس لئے اسے اجازت ہے۔ کہ وہ اپنے دل کے حوصلے نکال کر برکاتِ خلافت کے سیلاب کو پُر آشوب بناتا چلا جائے"

الفضل پر گالیاں دینے کا جھوٹا الزام لگا کر "پیغام صلح" کا اپنے دلفگار پن کا اظہار کرنا مولوی محمد علی صاحب کو مبارک ہو۔ کہ ان کی ہدایت پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے لیکن کیا مولوی صاحب پیغام سے دریافت فرمائیں گے۔ کہ پرانے

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام سے قبل عرب میں دستور تھا۔ کہ ایک مرد جتنی بیویاں چاہتا کر لیتا تھا۔ دو۔ چار۔ دس کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول تو ۲۵ برس کی عمر میں شادی کی۔ اور پھر باون برس کی عمر تک ایک ہی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ تقدیر الٰہی سے جب وہ بیوی یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ تو آپ نے ایک بیوہ حضرت سودہ رضؓ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا (رخصتانہ دو۔ تین سال کے بعد ہوا) اس وقت آپ مدینہ میں آ چکے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ آپ کی جنگیں شروع تھیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بیوہ عورتوں سے جنمیں سے بعض تو حضور علیہ السلام کی قریبی رشتہ دار اور بعض رئیس زادیاں تھیں۔ جو جنگوں میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ شادی کی۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات درج کر کے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ کن حالات اور کن مصالح کی بناء پر آپ نے شادیاں کیں۔

(۱) حضرت خدیجہؓ۔ نہایت پاکدامن۔ پاک طینت۔ وفا شعار عصمت مآب۔ طہارت انتساب۔ اور سب سے پہلی بیوی ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں اس وقت ہوا۔ جبکہ ان کی عمر چالیس برس کی تھی۔

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا۔ ایک بیوہ جو مفلوک الحال تھیں۔ اور جن کا کوئی محافظ بھی نہ تھا۔ جو ظاہری لحاظ سے کوئی خصوصیت نہ رکھتی تھیں۔ ان کی اپنی درخواست پر حضور علیہ السلام نے نکاح کر لیا۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ایک امیر زادی ابوبکر صدیق کی صاحبزادی فطنت و ذکاوت میں بے مثال۔ باغ قدس کی نونہال ۹ سال کی عمر میں نکاح ہوا۔ اس وقت بالغ ہو چکی تھیں۔

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی جن کا خاوند جنگ بدر میں شہید ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان کیساتھ جب نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کو یہ حال معلوم ہوا تو خود ان سے نکاح کر لیا۔ یہ بہت بڑی نوازش تھی۔ جو آپ نے حضرت حفصہ اور حفصہ رضؓ کے خاندان پر کی۔

(۵) زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ان کا خاوند عبد اللہ رضؓ جنگ احد میں شہید ہو گیا۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(۶) زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش۔ آپ کی پھوپھی زاد تھیں ان کے بھائی اور خود زینبؓ کی خواہش تھی کہ آپ اس سے نکاح کر لیں لیکن آپ نے زید رضؓ کے حال پر شفقت فرمائی۔ اس سے نکاح کر دیا لیکن دونوں کے مزاج میں موافقت نہ ہوئی۔ اور آخر زید رضؓ نے طلاق دیدی۔ مطلقہ کی بے عیب گرداننے کے لئے آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ اس سے یہ خیال بھی باطل ہو گیا۔ کہ متبنّیٰ اصلی بیٹے کے برابر ہوتا ہے۔ اور آیندہ متبنّیٰ بنانے کی رسم جو قائم تھی۔ موقوف ہو گئی۔

(۷) حضرت جویریّہ۔ ایک عرب رئیس کی بیوہ لڑکی تھیں۔ جو کہ جنگ کے بعد قیدیوں میں اسیر ہو کر آئیں۔ باپ فدیہ دیکر بیٹی کو چھڑانے آیا۔ مگر مدینہ پہنچکر خود معہ دو بیٹیوں کے مسلمان ہو گیا۔ اور خود اپنی مرضی سے بیٹی کو حضور علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قبیلہ کے تمام قیدی مسلمانوں نے بغیر فدیہ لئے اس لئے آزاد کر دیئے۔ کہ وہ حضرت جویریّہ کے ہم قوم تھے۔

(۸) حضرت صفیّہ رضی اللہ عنہا۔ ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔ فتح خیبر کے وقت ان کا خاوند مارا گیا۔ اور وہ اسیر ہو کر آپ کے حضور آئیں۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(۹) حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ یہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ ایک غیر قریشی قبیلہ کی عورت تھیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود نکاح کی درخواست کی تھی۔ جو آپ نے قبول فرمائی۔

(۱۱) حضرت ماریہ قبطیّہ رضی اللہ عنہا شاہ مصر نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا حضرت خدیجہؓ کے بعد یہی ایک بیوی ہیں جن کے ہاں لڑکا (یعنی حضرت ابراہیم) پیدا ہوئے۔

(۱۲) حضرت امّ سلمہ رضؓ۔ ایک بیوہ قریشی عورت تھیں۔ بڑی غیّور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ تو انہوں نے کچھ تامّل کے بعد قبول کیا۔ اور بعد میں بڑی بہت محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئیں۔

(۱۳) حضرت ریحانہ رضؓ۔ ایک غیر معروف بیوی ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی کنواری عورت سے شادی کی۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے۔ باقی تو بیویاں سب بیوہ تھیں۔ ان میں حضرت خدیجہ رضؓ آپ کی پہلی بیوی ہیں۔ جن کے ساتھ آپ نے جوانی اور ادھیڑ عمر کا زمانہ گزارا۔ اور اس عرصہ میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اگر جیسا کہ حضور علیہ السلام کے بعض دشمن آج کہہ رہے ہیں۔ آپ (نعوذ باللہ من ذالک) "رنگین مزاج" یا "رنگیلے" ہوتے۔ تو یہی وہ زمانہ تھا۔ جس میں آپ کم از کم دو دو بیویاں کر لیتے۔ مگر آپ تو خدا تعالیٰ کی محبت کے دریا میں ہر دم غوطہ زن تھے۔ لیکن جب آپ بوڑھے ہونے کو تھے۔ تو آپ نے سات بیوہ عورتوں سے نکاح کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جنگیں چھڑ گئیں تھیں۔ زینب۔ میمونہ۔ اور امّ سلمہ اور حفصہ پانچ شریف زادیاں بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کو ان کی حسب حیثیت خاوند نہیں ملتے تھے اور ان کا محافظ اور ان کی خبر گیری کا ذریعہ کوئی نہ تھا۔ لہٰذا آپ کو انہیں زوجیت میں لینا ضروری ہو گیا۔ اسی طرح حضرت جویریّہ رضؓ۔ اور صفیّہ رضؓ میں سے ایک عربی اور دوسری یہودی رئیس کی بیٹی تھی۔ دونو بیوہ ہو چکی تھیں۔ دونو اسیر ہو کر حضور کے سامنے آئیں۔ اور حضور کو ان سے نکاح کرنا پڑا نہ کرتے تو کیا کرتے؟

ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش اور حضرت ماریہ قبطیہ کا ذکر باقی ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ زینب رضی اللہ عنہا تو حضور کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ زید نے ان کو طلاق دیدی۔ اب مطلقہ عورت عام طور سے ناقص سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے نیز اس لئے بھی۔ کہ خود حضرت زینب کا بھی یہی منشا تھا۔ حضور نے ان کو شرف زوجیت بخشا۔ رہی ماریہ قبطیہ جنہیں شاہ مصر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ لونڈی تھیں۔ حضور نے ان پر یہ احسان کیا۔ اور بنی نوع انسان کو ایک اعلیٰ نمونہ اپنے اخلاق کا دکھایا۔ کہ ان کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے آئے۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں نادان لوگ ان نکاحوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہ ہوگا۔ جس کی زندگی نہایت سادہ جس کا گزارا نہایت تنگی میں ہو۔ جو چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہو۔ جو اپنی بیویوں کو زیور لباس ہائے فاخرہ چھوڑ پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہ دے سکتا ہو۔ وہ اتنی بیویوں کا بوجھ اپنے ذمے لے پھر بیویاں بھی وہ جو ایک کے سوا سب بیوہ ہوں۔ کیا ایسا آدمی عشرت پسند ہو سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ ان حالات میں عیش و آرام کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ یہ محض مختلف حالات میں دنیا کو نمونہ بن کر دکھانے اور ان کے لئے سامان ہدایت پیدا کرنے کے لئے بہت گراں بار بوجھ تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا۔

بھلا زیادہ بیویاں کرنا بھی کوئی عیب ہے۔ کیا اس سے پہلے رسول اور پارسا لوگ متعدد نکاح نہ کرتے تھے۔ ذرا سناتن دھرمیوں سے اور یہودیوں سے پوچھو۔ کہ حضرت کرشن کے ہاں کتنی بیویاں یا گوپیاں تھیں۔ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے گھر میں کتنی بیویاں تھیں۔ مگر جن کی فطرت مسخ شدہ ہو۔ ان کو کوئی کیونکر سمجھائے۔ ان کا کام تو پاکوں پر اعتراض کرنا ہی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کا منشا اتنی بیویاں کرنے سے یہ تھا۔ کہ عورتیں حضور کی صحبت پاک میں رہ کر خود دین سیکھیں۔ اور دوسری عورتوں کو سکھائیں۔ چنانچہ اس مقصد میں پوری طرح کامیابی ہوئی۔ اور عورتوں کے خاص حالات کے متعلق ازواج النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ایسی تعلیم تیار ہوئی جو ہر پہلو سے مکمل ہے۔ اور جس کی نظیر کسی اور مذہب میں ہرگز نہیں مل سکتی۔

(خاکسار نعمت اللہ خان گوہر بی اے)

ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام سے قبل عرب میں دستور تھا۔ کہ ایک مرد جتنی بیویاں چاہتا کر لیتا تھا۔ دو۔ چار۔ دس کی کوئی حد نہ تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول تو ۲۵ برس کی عمر میں شادی کی۔ اور پھر باون برس کی عمر تک ایک ہی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ تقدیر الٰہی سے جب وہ بیوی یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں۔ تو آپ نے ایک بیوہ حضرت سودہ رضؓ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہوا اور رخصتانہ دو تین سال کے بعد ہوا۔ اسی وقت آپ مدینہ میں آچکے تھے۔ اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ آپ کی جنگیں شروع تھیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بیوہ عورتوں سے جنہیں سے بعض تو حضور علیہ السلام کی قریبی رشتہ دار اور بعض رئیس زادیاں تھیں۔ جو جنگوں میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ شادی کی۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات درج کر کے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ کن حالات اور کن مصالح کی بناء پر آپ نے شادیاں کیں۔

(۱) حضرت خدیجہ رضؓ۔ نہایت پاکدامن۔ پاک طینت۔ وفا شعار عصمت مآب۔ طہارت انتساب۔ اور سب سے پہلی بیوی ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کا نکاح ۲۵ برس کی عمر میں اس وقت ہوا۔ جبکہ ان کی عمر چالیس برس کی تھی۔

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا۔ ایک بیوہ جو مفلوک الحال تھیں۔ اور جن کا کوئی محافظ بھی نہ تھا۔ جو ظاہری لحاظ سے کوئی خصوصیت نہ رکھتی تھیں۔ ان کی اپنی درخواست پر حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ایک امیرزادی ابوبکر صدیق کی صاحبزادی فطنت و ذکاوت میں بے مثال۔ باغ قدس کی نونہال ۹ سال کی عمر میں نکاح ہوا۔ اس وقت بالغ ہو چکی تھیں۔

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی جن کا خاوند جنگ بدر میں شہید ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان کیساتھ جب نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کو یہ حال معلوم ہوا تو خود ان سے نکاح کر لیا۔ یہ بہت بڑی نوازش تھی۔ جو آپ نے حضرت حفصہ اور حفصہ رضؓ کے خاندان پر کی۔

(۵) زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ان کا خاوند عبداللہ رضؓ جنگ احد میں شہید ہو گیا۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(۶) زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش آپ کی پھوپھی زاد تھیں ان کے بھائی اور خود زینب رضؓ کی خواہش تھی کہ آپ اس سے نکاح کر لیں لیکن آپ نے زید رضؓ کے حال پر شفقت فرمائی۔ اس سے نکاح کر دیا لیکن دونوں کے مزاج میں موافقت نہ ہوئی۔ اور آخر زید رضؓ نے طلاق دیدی۔ مطلقہ کو بے عیب گردانے کے لئے آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ اس سے یہ خیال بھی باطل ہو گیا۔ کہ متبنّیٰ اصلی بیٹے کے برابر ہوتا ہے۔ اور آئندہ متبنّیٰ بنانے کی رسم جو قائم تھی۔ موقوف ہو گئی۔

(۷) حضرت جویریہ۔ ایک عرب رئیس کی بیوہ لڑکی تھیں۔ جو کہ جنگ کے بعد قیدیوں میں اسیر ہو کر آئیں۔ باپ فدیہ دیکر بیٹی کو چھڑانے آیا۔ مگر مدینہ پہنچکر خود معہ دو بیٹوں کے مسلمان ہو گیا۔ اور خود اپنی مرضی سے بیٹی کو حضور علیہ السلام کے نکاح میں دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قبیلہ کے تمام قیدی مسلمانوں نے بغیر فدیہ لئے اس لئے آزاد کر دیئے۔ کہ وہ حضرت جویریہ کے ہم قوم تھے۔

(۸) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔ ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔ فتح خیبر کے وقت ان کا خاوند مارا گیا۔ اور وہ اسیر ہو کر آپ کے حضور آئیں۔ آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

(۹) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا۔ یہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔

(۱۰) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا۔ ایک غیر قریشی قبیلہ کی عورت تھیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود نکاح کی درخواست کی تھی۔ جو آپ نے قبول فرمائی۔

(۱۱) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا۔ شاہ مصر نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا حضرت خدیجہ رضؓ کے بعد یہی ایک بیوی ہیں۔ جن کے ہاں لڑکا (یعنی حضرت ابراہیم) پیدا ہوئے۔

(۱۲) حضرت ام سلمہ رضؓ۔ ایک بیوہ قریشی عورت تھیں۔ بڑی غیور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ تو انہوں نے کچھ تامل کے بعد قبول کیا۔ اور بعد میں آپ کی بہت محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئیں۔

(۱۳) حضرت ریحانہ رضؓ۔ ایک غیر معروف بیوی ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی کنواری عورت سے شادی کی۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے۔ باقی تو بیویاں سب بیوہ تھیں۔ ان میں حضرت خدیجہ رضؓ آپ کی پہلی بیوی ہیں۔ جن کے ساتھ آپ نے جوانی اور ادھیڑ عمر کا زمانہ گزارا۔ اور اس عرصہ میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ اگر جیسا کہ حضور علیہ السلام کے بعض دشمن آج کہہ رہے ہیں۔ آپ (نعوذ باللہ من ذالک) "رنگین مزاج" یا "رنگیلے" ہوتے۔ تو یہی وہ زمانہ تھا۔ جس میں آپ کم از کم دو دو بیویاں کر لیتے۔ مگر آپ تو خدا تعالیٰ کی محبت کے دریا میں ہر دم غوطہ زن تھے۔ لیکن جب آپ بوڑھے ہونے کو تھے۔ تو آپ نے سات بیوہ عورتوں سے نکاح کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جنگیں چھڑ گئیں تھیں۔ زینب۔ میمونہ۔ اور ام سلمہ اور حفصہ پانچ شریف زادیاں بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کو ان کی حسب حیثیت خاوند نہیں ملتے تھے اور ان کا محافظ اور ان کی خبر گیری کا ذریعہ کوئی نہ تھا۔ لہٰذا آپ کو انہیں زوجیت میں لینا ضروری ہو گیا۔ اسی طرح حضرت جویریہ رضؓ۔ اور صفیہ رضؓ ہیں سے ایک عربی اور دوسری یہودی رئیس کی بیٹی تھی۔ دونو بیوہ ہو چکی تھیں۔ دونو اسیر ہو کر حضور کے سامنے آئیں۔ اور حضور کو ان سے نکاح کرنا پڑا نہ کرتے تو کیا کرتے؟

ہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش اور حضرت ماریہ قبطیہ کا ذکر باقی ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ زینب رضی اللہ عنہا تو حضور کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ زید نے ان کو طلاق دیدی۔ اب مطلقہ عورت عام طور سے ناقص سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے نیز اس لئے بھی۔ کہ خود حضرت زینب کا بھی یہی منشا تھا۔ حضور نے ان کو شرف زوجیت بخشا۔ رہی ماریہ قبطیہ جنہیں شاہ مصر نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ لونڈی تھیں حضور نے ان پر یہ احسان کیا۔ اور بنی نوع انسان کو ایک اعلیٰ نمونہ اپنے اخلاق کا دکھایا۔ کہ ان کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے آئے۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں نادان لوگ ان نکاحوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان ایسا نہ ہوگا۔ جس کی زندگی نہایت سادہ جس کا گزارا نہایت تنگی میں ہو۔ جو چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہو۔ جو اپنی بیویوں کو زیور کپڑا کیا اس لئے فاقہ چھوڑ پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہ دے سکتا ہو۔ وہ اتنی بیویوں کا بوجھ اپنے ذمے لے پھر بیویاں بھی وہ جو ایک کے سوا سب بیوہ ہوں کیا ایسا آدمی عشرت پسند ہو سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ ان حالات میں عیش و آرام کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ یہ محض مختلف حالات میں دنیا کو نمونہ بن کر دکھانے اور ان کے لئے سامان ہدایت پیدا کرنے کے لئے بہت گراں بار بوجھ تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھایا۔

بھلا زیادہ بیویاں کرنا بھی کوئی عیب ہے۔ کیا اس سے پہلے رسول اور پارسا لوگ متعدد نکاح نہ کرتے تھے۔ ذرا سناتن دھرمیوں سے یہودیوں سے پوچھو۔ کہ حضرت کرشن کے ہاں کتنی بیویاں یا گوپیاں تھیں۔ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے گھر میں کتنی بیویاں تھیں۔ مگر جن کی فطرت مسخ شدہ ہو۔ ان کو کوئی کیونکر سمجھائے۔ ان کا کام تو پاکوں پر اعتراض کرنا ہی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کا منشا اتنی بیویاں کرنے سے یہ تھا۔ کہ عورتیں حضور کی صحبت پاک میں رہ کر خود دین سیکھیں۔ اور دوسری عورتوں کو سکھائیں۔ چنانچہ اس مقصد میں پوری طرح کامیابی ہوئی۔ اور عورتوں کے خاص حالات کے متعلق ازواج النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ایسی تعلیم تیار ہوئی جو ہر پہلو سے مکمل ہے۔ اور جس کی نظیر کسی اور مذہب میں ہرگز نہیں مل سکتی۔

(خاکسار نعمت اللہ خان گوہر بی۔ اے)

دنیا میں اختلافات کی حقیقت

مسئلہ تناسخ کی تائید میں سب سے بڑی دلیل آریہ سماج کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ دنیا میں بہت کچھ اختلاف نظر آتا ہے۔ انفرادی لحاظ سے بھی اور قومی لحاظ سے بھی۔ یعنی ہر انسان دوسرے انسان سے اپنی بدنی طاقت و توانائی میں اختلاف رکھتا ہے۔ کوئی مضبوط ہے۔ اور کوئی کمزور۔ کوئی بیمار ہے۔ کوئی تندرست۔ کوئی اندھا ہے۔ اور کوئی سوجاکھا۔ اسی طرح مال و دولت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی غریب ہے۔ اور کوئی امیر۔ کسی کی زندگی آرام و راحت سے گزرتی ہے اور کسی کی دکھوں اور مصائب میں۔ پھر انسانی مراتب میں بھی اختلاف ہے۔ حاکم و محکوم۔ غالب و مغلوب۔ افسر و ماتحت۔ اور بادشاہ اور رعایا میں بیّن اختلاف ہے۔ ان اختلافات کو دیکھ کر معتقدین مسئلہ تناسخ یہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ یہ پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے۔ تو ایسے اختلافات قانون نیچر کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کسی اور وجہ سے۔ چنانچہ اس کا ثبوت وہ الفاظ بھی ہیں۔ جو سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھے۔ آپ تحریر کرتے ہیں۔

"حمل ٹھہرنے کے وقت عورت اور مرد کے جسم میں بوقت ہمبستری حیض اور منی کے برابر ہونے کی وجہ سے مخنث پیدا ہوتا ہے۔" (صفحہ ۲۷۲ ایڈیشن پنجم)

گویا صاف طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ مخنث پیدا ہونے کی کیا وجہ ہوتی ہے۔ جب یہی وجہ مخنث پیدا ہونے کی ہو۔ تو کسی مخنث کو دیکھکر ہمارا یہ کہنا۔ کہ یہ اس کے پہلے جنم کے اعمال کی سزا ہے۔ کسقدر غلط قول ہوگا۔ پس اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ ایسے تمام اختلافات قانون نیچر کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کہ اعمال سابقہ کے نتیجہ میں۔ مثلاً یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ کہ دنیا کے تمام ڈاکٹر طبیب اور وید صاحبان اس بات پر زور دیتے رہتے ہیں۔ کہ کھلی ہوا میں پھرنے۔ ورزش کرنے اور اپنی طاقتوں کو محفوظ رکھنے سے انسانی صحت نہایت اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو تنگ و تاریک مکانات میں رہتے ہیں۔ ورزش نہیں کرتے۔ یا بعض اور طریق سے اپنی قوتوں کا استیصال کرتے ہیں۔ انکی صحت خراب ہو جاتی اور چہرے زرد پڑ جاتے ہیں۔ جب صحت کی خرابی یا عمدگی محض قوانین حفظ صحت کی پابندی کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ تو یہ کہنا۔ کہ ایک تندرست کیوں ہے اور ایک بیمار کیوں؟ اور پھر خود بخود یہ نظریہ قائم کر لینا۔ کہ یہ اعمال سابقہ کی جزا ہے۔ کسقدر غلط نتیجہ ہے۔ ایسی بات سن کر کوئی بھی ڈاکٹر طبیب یا وید ایسے مذہب کی سچائی کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ کہدیگا۔ یہ تو ہمارا اپنا اختیار ہے۔ چاہے ہم اپنی صحت کو عمدہ رکھیں۔ اور چاہے خراب کر لیں۔ جسطرح ایک شخص اختیار رکھتا ہے کہ وہ زہر کھائے یا تریاق اسی طرح ایک شخص اختیار رکھتا ہے کہ چاہے وہ تنگ و تاریک مکانات میں رہکر اپنی صحت خراب کرے اور چاہے کھلے مکانات اور قوانین صحت کی پابندی کرنے کی وجہ سے اپنی صحت کو عمدہ بنالے۔ پس یہ اختلافات کسی اعمال سابقہ کے نتیجہ میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ قوانین نیچر کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں اور اگر ہم غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ ان اختلافات میں بھی باری تعالےٰ نے بہت کچھ حکمتیں مخفی رکھی ہیں کیونکہ اگر تمام لوگوں میں مساوات قائم کی جاتی۔ تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ مثلاً اگر ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام اشخاص یکساں امیر ہوتے۔ اور مالی لحاظ سے کوئی شخص دوسرے کا محتاج نہ ہوتا۔ تو کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ وہ سب بنی نوع انسان کی خدمت کرتے۔ وہ روپوں کے محتاج نہ ہوتے اور اس وجہ سے کام کرنے سے انکار کر دیتے۔ حالانکہ ان کی ضرورت نہایت سختی سے محسوس ہوتی۔ پس یہ مساوات نہایت ہی تباہ کن مساوات ہوتی۔ اور اگر ایسی مساوات خدانخواستہ قائم ہو جاتی۔ تو دنیا کا ارتقا رک جاتا۔ اور تمام لوگ ایسی مساوات کو خود بخود ہی اختلاف سے بدل دیتے۔

اس بحث سے ظاہر ہے۔ کہ دنیا میں اختلاف کا ہونا ضروری تھا۔ تا تمام دنیا ترقی کی طرف اپنا قدم اٹھاتی۔ خوبصورت کے مقابل پر بدصورت کا ہونا ضروری تھا۔ تا خوبصورتی کی قدر ہوتی۔ اور نور کے مقابل پر ظلمت کا ہونا لازمی تھا۔ تا نور کے فوائد اور ظلمات کے مضرات پر آگاہی ہوتی۔ اچھوں کے مقابل پر برے اور ملائکہ کے مقابل پر شیطان کا وجود از بس ضروری تھا۔ تا انسان ملائکہ کو دیکھکر ملائکہ صفت بننے کی کوشش کرتا۔ اور شیطانوں کو دیکھ کر ان کی راہوں سے بچ کر چلتا۔ پس اختلاف ضروری ہے۔ اور نہایت ضروری ذوق مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند وہ فوائد بھی بیان کر دیئے جائیں جو اختلاف کی وجہ سے دنیا کو حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بدنی اختلافات کو لو۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس بدنی اختلاف سے وجود باری تعالےٰ کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں۔ جو اس حقیقت سے انکار کر سکے۔ کہ انسان اپنے لئے نقص اور کمی کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ میں ہر قسم کے نقائص سے منزہ رہوں لیکن جب وہ انسانوں میں بہت کچھ اختلاف دیکھیگا۔ تو وہ فوراً سمجھ جائے گا۔ کہ اس اختلاف کا باعث یہ خود نہیں۔ بلکہ اس میں ایک اور مقتدر اور بالا ہستی کا ارادہ کام کر رہا ہے۔ اور وہ وہی ہستی ہے جسے خدا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ ومن آیاتہ خلق السمٰوات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیات للعالمین۔ یعنی ہستی باری تعالےٰ کے شواہد میں سے ایک زبردست ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کی پیدائش کی۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں میں اختلاف قائم کر دیا۔ کوئی گورا ہے۔ کوئی کالا۔ کوئی خوبصورت ہے۔ کوئی بدصورت کوئی ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور کوئی عرب میں۔ یہ نسلی اور قومی اور بدنی اختلاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ایک بالا ہستی ہے جس کے امر اور اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ نہ یہ کہ انسان کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ اگر دخل ہوتا۔ تو وہ اپنے لئے بہتر رنگ بہتر شکل اور بہتر مقام تجویز کرتا۔ لیکن بلا ارادہ ان باتوں کا پیدا ہونا۔ ایک خالق کا ثبوت ہے۔ چنانچہ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء۔ میں بھی یہی بات بیان فرمائی گئی ہے۔ پس اس اختلاف کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ کہ اس سے ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے۔

پھر یہ بھی اس اختلاف بدنی کا فائدہ ہے۔ کہ اگر سب انسان یکساں ہوتے تو کسی کو خدائی شکریہ کیطرف توجہ پیدا نہ ہوتی۔ اور نہ ہی کسی کو اپنے تنزل کا کچھ خیال ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے کمزور بیمار اور اپاہج وغیرہ بنا کر انسان کو انابت الی اللہ کیطرف توجہ دلائی اسی لئے حدیثوں میں آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اپاہج یا معذور انسان کو دیکھتے تو آپ دعا فرماتے اے خدا تیرا احسان ہے۔ تو نے ہمیں ان بلاؤں سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علیٰ کثیر من عبادہ المؤمنین اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بھی فرماتا ہے۔ ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما آتاکم۔ یعنی اس نے تمہارے درجات میں اختلاف رکھا ہے۔ اور اسی لئے تاوہ دیکھے۔ کہ تم اس کی نعمتوں پر شکر کرتے ہو۔ یا نہیں۔ ایک غریب آدمی کو دیکھ کر حقیرانہ انداز میں اپنا منہ پھیر لیتے ہو۔ یا اس کی خدمت کے لئے اپنی دولت میں سے کچھ حصہ نکالتے ہو۔ پس اس اختلاف کا یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ انسانی قلوب میں جذبہ شکر پیدا ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی شریعت نے یہ رعایت بھی رکھی ہے۔ کہ ایسے کمزوروں اور بیماروں کو بشرطیکہ حتی المقدور نیکی کے کاموں میں حصہ لیں۔ پورا پورا اجر ملے گا۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ اے صحابہ تم غزوات کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ مگر اس میں انہیں بھی برابر کا ثواب ملتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ کونسے لوگ ہیں آپ نے فرمایا۔ وہ ایسے ہیں جن کے دل اس غم میں تڑپ رہے ہیں کہ انہیں بھی خدمت دین کا موقع ملتا۔ مگر بوجہ ناداری مفلسی یا بیماری اور معذوری کے جنگ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ پس شریعت نے اپاہجوں کمزوروں اور مریضوں کا خاص خیال رکھا ہے اور کہا ہے۔ کہ وہ اگر اپنے دائرہ کے اندر بقدر اپنی طاقت اور وسعت کے نیکی کے کام کریں۔ تو انہیں پورا پورا اجر ملیگا۔ پس خدا کے حضور ثواب میں بیمار بھی تندرستوں کے شریک ہو جاتے ہیں لیکن دنیا کا نظام چونکہ اس اختلاف کی عدم موجودگی سے بگڑ جاتا تھا۔ اور چونکہ اس اختلاف میں کیا بلحاظ بعض اور قیمتی فوائد بھی مخفی تھے۔ اس لئے دنیا میں اختلاف کو قائم کیا گیا۔ پس یہ اختلاف مختلف فوائد کا موجب ہے۔ نہ کہ دکھ کا۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ قائلین تناسخ کی دلیل سراسر غلط اور ناقابل قبول ہے۔

دنیا میں اختلافات کی حقیقت

مسئلہ تناسخ کی تائید میں سب سے بڑی دلیل آریہ سماج کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ دنیا میں بہت کچھ اختلاف نظر آتا ہے۔ انفرادی لحاظ سے بھی اور قومی لحاظ سے بھی۔ یعنی ہر انسان دوسرے انسان سے اپنی بدنی طاقت و توانائی میں اختلاف رکھتا ہے۔ کوئی مضبوط ہے۔ اور کوئی کمزور۔ کوئی بیمار ہے۔ کوئی تندرست۔ کوئی اندھا ہے۔ اور کوئی سوجاکھا۔ اسی طرح مال و دولت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی غریب ہے۔ اور کوئی امیر۔ کسی کی زندگی آرام و راحت سے گزرتی ہے اور کسی کی دکھوں اور مصائب میں۔ پھر انسانی مراتب میں بھی اختلاف ہے۔ حاکم و محکوم۔ غالب و مغلوب۔ افسر و ماتحت۔ اور بادشاہ اور رعایا میں بیّن اختلاف ہے۔ ان اختلافات کو دیکھ کر معتقدین مسئلہ تناسخ یہ استنباط کرتے ہیں۔ کہ یہ پہلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے۔ تو ایسے اختلافات قانون نیچر کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کسی اور وجہ سے۔ چنانچہ اس کا ثبوت وہ الفاظ بھی ہیں۔ جو سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:-

"حمل ٹھہرنے کے وقت عورت اور مرد کے جسم میں بوقت ہمبستری حیض اور منی کے برابر ہونے کی وجہ سے مخنّث پیدا ہوتا ہے۔" (صفحہ ۲۷۲ ایڈیشن پنجم)

گویا صاف طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ مخنّث پیدا ہونے کی وجہ ہوتی ہے۔ جب یہی وجہ مخنّث پیدا ہونے کی ہو۔ تو کسی مخنّث کو دیکھ کر ہمارا یہ کہنا۔ کہ یہ اس کے پہلے جنم کے اعمال کی سزا ہے۔ کسقدر غلط قول ہوگا۔ پس اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ ایسے تمام اختلافات قانون نیچر کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ نہ کہ اعمال سابقہ کے نتیجہ میں۔ مثلاً یہ تو بالکل واضح بات ہے۔ کہ دنیا کے تمام ڈاکٹر طبیب اور وید صاحبان اس بات پر زور دیتے رہتے ہیں۔ کہ کھلی ہوا میں پھرنے۔ ورزش کرنے اور اپنی طاقتوں کو محفوظ رکھنے سے انسانی صحت نہایت اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو تنگ و تاریک مکانات میں رہتے ہیں۔ ورزش نہیں کرتے یا بعض اور طریق سے اپنی قوتوں کا استیصال کرتے ہیں۔ انکی صحت خراب ہو جاتی اور چہرے زرد پڑ جاتے ہیں۔ جب صحت کی خرابی یا عمدگی محض قوانین حفظ صحت کی پابندی کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ تو یہ کہنا۔ کہ ایک تندرست کیوں ہے اور ایک بیمار کیوں؟ اور پھر خود بخود یہ نظریہ قائم کر لینا۔ کہ یہ اعمال سابقہ کی جزا ہے۔ کسقدر غلط نتیجہ ہے۔ ایسی بات سن کر کوئی بھی ڈاکٹر طبیب یا وید ایسے مذہب کی سچائی کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ کہدے گا۔ یہ تو ہمارا اپنا اختیار ہے۔ چاہے ہم اپنی صحت کو عمدہ رکھیں۔ اور چاہے خراب کر لیں۔ جسطرح ایک شخص اختیار رکھتا ہے کہ وہ زہر کھائے یا تریاق اسی طرح ایک شخص اختیار رکھتا ہے کہ چاہے وہ تنگ و تاریک مکانات میں رہکر اپنی صحت خراب کرے اور چاہے کھلے مکانات اور قوانین صحت کی پابندی کرنے کی وجہ سے اپنی صحت کو عمدہ بنائے۔ پس یہ اختلافات کسی اعمال سابقہ کے نتیجہ میں ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ قوانین نیچر کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ ان اختلافات میں بھی باری تعالےٰ نے بہت کچھ حکمتیں مخفی رکھی ہیں۔ کیونکہ اگر تمام لوگوں میں مساوات قائم کی جاتی۔ تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ مثلاً اگر ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام اشخاص یکساں امیر ہوتے۔ اور مالی لحاظ سے کوئی شخص دوسرے کا محتاج نہ ہوتا۔ تو کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ وہ بنی نوع انسان کی خدمت کرتے۔ وہ روپوں کے محتاج نہ ہوتے اور اس وجہ سے کام کرنے سے انکار کر دیتے۔ حالانکہ ان کی ضرورت نہایت سختی سے محسوس ہوتی۔ پس یہ مساوات نہایت ہی تباہ کن مساوات ہوتی۔ اور اگر ایسی مساوات خدانخواستہ قائم ہو جاتی۔ تو دنیا کا ارتقاء رک جاتا۔ اور تمام لوگ ایسی مساوات کو خود بخود ہی اختلاف سے بدل دیتے۔

اس بحث سے ظاہر ہے۔ کہ دنیا میں اختلاف کا ہونا ضروری تھا۔ تا تمام دنیا ترقی کی طرف اپنا قدم اٹھاتی۔ خوبصورت کے مقابل پر بدصورت کا ہونا ضروری تھا۔ تا خوبصورتی کی قدر ہوتی اور نور کے مقابل پر ظلمت کا ہونا لازمی تھا۔ تا نور کے فوائد اور ظلمات کے مضرات پر آگاہی ہوتی۔ اچھوں کے مقابل پر برے اور ملائکہ کے مقابل پر شیطان کا وجود ازبس ضروری تھا۔ تا انسان ملائکہ کو دیکھکر ملائکہ صفت بننے کی کوشش کرتا۔ اور شیطانوں کو دیکھ کر ان کی راہوں سے بچ کر چلتا۔ پس اختلاف ضروری ہے۔ اور نہایت ضروری۔ ذوق مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اب ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند وہ فوائد بھی بیان کر دیئے جائیں جو اختلاف کی وجہ سے دنیا کو حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بدنی اختلاف کو لو۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس بدنی اختلاف سے وجود باریتعالےٰ کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں۔ جو اس حقیقت سے انکار کر سکے۔ کہ انسان اپنے لئے نقص اور کمی کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ میں ہر قسم کے نقائص سے مبرا رہوں لیکن جب وہ انسانوں میں بہت کچھ اختلاف دیکھیگا۔ تو وہ فوراً سمجھ جائے گا۔ کہ اس اختلاف کا باعث یہ خود نہیں۔ بلکہ اس میں ایک اور مقتدر اور بالا ہستی کا ارادہ کام کر رہا ہے۔ اور وہی ہستی ہے جسے خدا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ ومن اٰیاتہ خلق السمٰوات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لاٰیات للعالمین۔ یعنے ہستی باری تعالےٰ کے شواہد میں سے ایک زبردست ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے زمین و آسمان کی پیدائش کی۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں میں اختلاف قائم کر دیا۔ کوئی گورا ہے۔ کوئی کالا۔ کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت کوئی ہندوستان میں پیدا ہوا۔ اور کوئی عرب میں۔ یہ نسلی اور قومی اور بدنی اختلاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ایک بالا ہستی ہے جس کے امر اور اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ کہ انسان کا اس میں کچھ دخل نہیں کیونکہ اگر دخل ہوتا۔ تو وہ اپنے لئے بہتر رنگ بہتر شکل اور بہتر مقام تجویز کرتا لیکن بلا ارادہ انسانوں کا پیدا ہونا۔ ایک خالق کا ثبوت ہے۔ چنانچہ ھوالذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء۔ میں بھی یہی بات بیان فرمائی گئی ہے۔ پس اس اختلاف کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ کہ اس سے ہستی باریتعالےٰ کا ثبوت ملتا ہے۔

پھر یہ بھی اس اختلاف بدنی کا فائدہ ہے۔ کہ اگر سب انسان یکساں ہوتے تو کسی کو خدائی شکریہ کیطرف توجہ پیدا نہ ہوتی۔ اور نہ ہی کسی کو اپنے تنزل کا کچھ خیال ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے کمزور بیمار اور اپاہج وغیرہ بنا کر انسان کو انابت الی اللہ کیطرف توجہ دلائی اسی لئے حدیثوں میں آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اپاہج یا معذور انسان کو دیکھتے تو آپ دعا فرماتے اے خدا تیرا احسان ہے۔ تو نے ہمیں ان بلاؤں سے محفوظ رکھا۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علے کثیر من عبادہ المؤمنین اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بھی فرماتا ہے۔ ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اٰتاکم۔ یعنی اس نے تمہارے درجات میں اختلاف رکھا ہے۔ اور اسی لئے تا وہ دیکھے۔ کہ تم اسکی نعمتوں پر شکر کرتے ہو۔ یا نہیں۔ یا ایک غریب آدمی کو دیکھ کر متکبرانہ انداز میں اپنا منہ پھیر لیتے ہو۔ یا اس کی خدمت کیلئے اپنی دولت میں سے کچھ حصہ نکالتے ہو۔ پس اس اختلاف کا یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ انسانی قلوب میں جذبہ شکر پیدا ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی شریعت نے یہ رعایت بھی رکھی ہے۔ کہ ایسے کمزوروں اور بیماروں کو بشرطیکہ حتی المقدور نیکی کے کاموں میں حصہ لیں۔ پورا پورا اجر ملے گا۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں۔ کہ اے صحابہ تم غزوات کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتے۔ مگر اس میں انہیں بھی برابر کا ثواب ملتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ کونسے لوگ ہیں آپ نے فرمایا۔ وہ ایسے ہیں جن کے دل اس غم میں تڑپ رہے ہیں کہ انہیں بھی خدمت دین کا موقع ملے مگر بوجہ ناداری و مفلسی یا بیماری اور معذوری کے جنگ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ پس شریعت نے اپاہجوں کمزوروں اور مریضوں کا خاص خیال رکھا ہے اور کہا ہے۔ کہ وہ اگر اپنے دائرہ کے اندر بقدر اپنی طاقت اور وسعت کے نیکی کے کام کریں۔ تو انہیں پورا پورا اجر ملیگا۔ پس خدا کے حضور ثواب میں بیمار بھی تندرستوں کے شریک ہو جاتے ہیں لیکن دنیا کا نظام چونکہ اس اختلاف کی عدم موجودگی سے بگڑ جاتا تھا۔ اور چونکہ اس اختلاف کیساتھ بعض اور قیمتی فوائد بھی مخفی تھے۔ اسلئے دنیا میں اختلاف کو قائم کیا گیا۔ پس یہ اختلاف حکمت و فوائد کا موجب ہے۔ نہ کہ دکھ کا۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ قائلین تناسخ کی دلیل سراسر غلط اور ناقابل قبول ہے۔

مذاہب غیر

کبیر پنتھی

ہندوستان میں اسلامی سلطنت تیرھویں صدی میں قائم ہو چکی تھی۔ اور اس کے قیام کے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد یہاں ایسے ایسے فرقے نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جن کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ راعی اور رعایا کے معتقدات میں یگانگت پیدا کر کے دونوں کے مذہبی اختلاف کی خلیج کو پلٹ دیں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے چودھویں صدی کے آخر یا پندرھویں کے آغاز میں ایک ممتاز شخصیت کبیر صاحب کی ہے۔

کبیر صاحب کے بچپن اور پیدائیش کے متعلق بے شمار مبالغہ آمیز روایات مشہور ہیں۔ مگر ان سب کا بیان فضول ہے۔ آپ کے پیروؤں کا اعتقاد ہے۔ کہ کبیر صاحب ایک مجسم دیوتا تھے ایک جولاہا اپنی عورت کے ساتھ کسی شادی کی تقریب پر جا رہا تھا۔ کہ اس عورت نے ایک بچہ کو بنارس کے قریب ایک تالاب میں پڑے ہوئے دیکھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اور اپنے خاوند کو دکھایا۔ بچہ نے اسے کہا۔ مجھے کاشی لے چلو۔ اس قدر چھوٹی عمر میں بچے کو یوں بے تکلفی سے بات چیت کرتے دیکھ کر وہ جولاہا سخت خوفزدہ ہو گیا۔ اور اسے وہیں پھینک کر بھاگ گیا۔ مگر وہ ابھی ایک میل بھی نہ گیا ہو گا۔ کہ بچہ پھر اس کے آگے پڑا تھا۔ اس پر اس نے اسے اٹھا لیا۔ اور اپنے گھر میں اس کی پرورش کی۔

اگرچہ آپ کے اس امتیازی مقام پر پہنچنے کے متعلق بھی بہت سے قصے مشہور ہیں۔ مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ آپ ایک سادھو رامانند نامی کے مرید تھے۔ آپ کے مریدوں کا اعتقاد ہے۔ کہ تین سو برس تک یعنی ۱۱۴۹ء سے ۱۴۴۹ء تک آپ دنیا میں رہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ آپ کا زمانہ چودھویں صدی کا آخر یا پندرھویں کا آغاز ہے۔ آپ کے متعلق بھی یہ قصہ مشہور ہے۔ کہ آپ کی وفات پر ہندو آپ کو جلانا اور مسلمان دفن کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ دونوں ہی انہیں اپنا ہم مذہب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ یکایک اس مجمع میں جو یہ جھگڑا کر رہا تھا نمودار ہوئے۔ اور کہا۔ کہ چادر اٹھا کر دیکھو۔ جب دیکھا گیا۔ تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ صرف پھولوں کا ایک ڈھیر تھا۔ جن میں سے آدھے بنارس کا راجہ لے گیا۔ اور انہیں جلا کر اس مقام پر ایک استھان بنا دیا۔ جسے اب کبیر چورا کہا جاتا ہے۔ اور آدھے پھول ایک معتقد مسلمان بجلی خان نے لے جا کر بمقام نگر متصل گورکھپور جہاں کبیر صاحب فوت ہوئے تھے۔ دفن کر دیئے۔

بعد میں اس مقام کے نام بہت سے گاؤں بھی ہبہ کر دیئے گئے۔

آپ کے اقوال اور اصول بہت سی تصنیفات میں بزبان ہندی موجود ہیں۔ ان سب کا انداز بالکل نرالا ہے۔ اور ہندی شعروں کی طرح دوہا اور چوپائی کی طرز میں بیان ہیں۔ ایک کتاب بیجک نام بھی ان لوگوں میں مستند سمجھی جاتی ہے۔ اور آجکل یہی زیادہ مروج ہیں۔ اس کا مصنف کوئی شخص بھاگو داس کہا جاتا ہے۔ جو کبیر صاحب کا مقرب مرید تھا۔ اس کا طرز بیان بہت شیریں ہے۔ مگر با ایں ہمہ اس میں سے کبیر صاحب کے اصولوں کے متعلق بہت کم علم حاصل ہو سکتا ہے۔

کبیر پنتھی یوں تو ایک خدا کو مانتے ہیں۔ جو دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ مگر ان کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ بھی مادہ کے پانچ عناصر سے بنا ہؤا ایک جسم رکھتا ہے۔ گو انسانی نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اور جو شکل چاہے۔ اختیار کر سکتا ہے۔ باقی باتوں میں وہ انسان سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔ اور نیک آدمی یعنی کبیر مت کا سادھو زندگی میں اس کی زندہ مثال اور موت کے بعد اس کا رفیق ہے۔ وہ مادہ کی طرح جس سے وہ بنا ہؤا ہے۔ ازلی ابدی ہے جس کی نہ کوئی ابتداء ہے۔ اور نہ انتہاء۔

دنیا کی ابتداء وہ پرم پرش سے مانتے ہیں سادھو رانکوں کی طرح کبیر پنتھیوں کا بھی عقیدہ یہ ہے۔ کہ پرم پرش کو دنیا بنانے کی خواہش ہوئی۔ اور یہی خواہش ایک عورت کی صورت میں متمثل ہو گئی۔ یہ عورت مایا یا دولت ہے۔ جس سے دنیا کی تمام برائیاں نکلی ہیں۔ پرم پرش نے اس سے مجامعت کی۔ اور اس سے برہما۔ وشنو۔ اور شیو پیدا ہوئے۔ اور نہی سے آگے دنیا کا سلسلہ چلا۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر چیز کے اندر ایک سی زندگی ہے۔ اور جب تک انسانی روح اپنے خالق حقیقی اور اصلی سرچشمہ کا عرفان حاصل نہیں کر لیتی۔ اس وقت تک تناسخ کے چکر میں تکالیف اُٹھاتی رہتی ہے۔ دوزخ اور بہشت کو وہ دولت کے کرشمے اور رو ہی چیزیں سمجھتے ہیں۔ سورگ اور بہشت دنیاوی لذات اور راحتوں کا نام ہے۔ اور اسی طرح نرک اور جہنم وہ تکالیف ہیں۔ جو انسان کو زندگی میں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

کبیر پنتھ کی اخلاقی تعلیم بہت کم ہے۔ اور اس کے ضروری حصے یہ ہیں۔ کہ زندگی خدا تعالےٰ کی ایک نعمت ہے۔ اور اس لئے بندوں کو خدا کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے۔ خون بہانا خواہ وہ انسان کا ہو یا حیوان کا ایک خوفناک گناہ ہے۔ سچائی اس پنتھ کا ایک زبردست اصول ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا کی برائیوں اور خدا تعالےٰ کی معصیت کا سرچشمہ جھوٹ ہے۔ رہبانیت ان کے ہاں پسندیدہ ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ دنیاوی جذبات و خواہشات اور امید و بیم جو دنیوی زندگی کا جزو ہیں روحانی پاکیزگی کو معدوم بنا دیتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی طرف سے توجہ کو پھیر دیتے ہیں۔ اور اس کا آخری حصہ وہی ہے جو قریباً تمام ہندو فرقوں میں مشترک اور نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔ یعنی تن من۔ دھن سے اپنے گرو کی اطاعت کرنا اگرچہ ابتدائی ایام میں بھی اس فرقہ کو بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر پھر بھی اس نے کافی ترقی کی۔ اور اس وقت بھی ہندوستان میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہؤا بنارس کے قریب جب ان لوگوں کا ایک میلہ منعقد ہؤا۔ تو اس میں ۳۵۰۰۰ سے زیادہ کبیر پنتھی شریک ہوئے۔

اس فرقہ سے آگے بہت سی شاخیں نکلی ہیں۔ جن کے اصول اور تعلیمات کی بنیاد اسی فرقہ پر ہے۔ خود اس کے فرقہ کے بھی کئی حصہ ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بارہ بہت مشہور ہیں۔ مگر بنارس کا کبیر چورا ہر ایک کے لئے واجب التعظیم ہے۔ اور اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے سادھو وغیرہ وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ جن کی رہائش اور خوراک وہاں کے مہنت کے ذمہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس استھان کی کوئی خاص آمدنی نہیں۔ جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ عطیہ دیتے ہیں۔ اور اسی سے تمام اخراجات چلائے جاتے ہیں۔

کبیر پنتھیوں کی زیادہ تعداد شمالی اور وسطی ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ ان لوگوں کی تعلیم ہی ایسی ہے اس لئے نہایت امن پسندی سے رہتے ہیں۔

ہندوؤں کی طرح دیوی دیوتاؤں کی پرستش سے یہ لوگ کلی طور پر بیزار ہیں۔ اور ہندوؤں کی مراسم کے بھی پابند نہیں۔ اور عام طور پر کبیر صاحب کی تعریف میں کچھ نظمیں وغیرہ پڑھ لینا ہی داخل عبادت سمجھتے ہیں۔ البتہ جو لوگ دنیا کے دھندوں سے آزاد ہو کر رہبانیت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی طرز عبادت جداگانہ ہے۔ اور وہ بظاہر خدا تعالیٰ کی پرستش کے مدعی ہیں۔ ایسے سادھو لوگ عام طور پر ننگے رہتے ہیں۔ اور سر پر کھوپری کی بنی ہوئی ٹوپی پہنتے ہیں۔ صندل یا چندن کے ساتھ ماتھے سے ناک تک ایک نشان کرتے ہیں۔ گلے میں تلسی کی مالا پہنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان ظاہری علامات کو یہ لوگ زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اگرچہ عقائد اور رسم و رواج کے لحاظ سے اس فرقہ کو ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ بعض اصول میں شدید اختلاف ہے۔ مگر کئی ایک دوسرے فرقوں کی طرح شمار ان کا بھی ہندوؤں میں ہی ہوتا ہے اور اختلاف شدید کے باوجود ہندو ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

مذاہب غیر

کبیر پنتھی

ہندوستان میں اسلامی سلطنت تیرھویں صدی میں قائم ہو چکی تھی۔ اور اس کے قیام کے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد یہاں ایسے ایسے فرقے نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جن کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ راعی اور رعایا کے معتقدات میں یگانگت پیدا کر کے دونوں کے مذہبی اختلاف کی خلیج کو پاٹ دیں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے چودھویں صدی کے آخر یا پندرھویں کے آغاز میں ایک ممتاز شخصیت کبیر صاحب کی ہے۔

کبیر صاحب کے بچپن اور پیدائش کے متعلق بے شمار مبالغہ آمیز روایات مشہور ہیں۔ مگر ان سب کا بیان فضول ہے۔ آپ کے پیروؤں کا اعتقاد ہے۔ کہ کبیر صاحب ایک مجسم دیوتا تھے ایک جولاہا اپنی عورت کے ساتھ کسی شادی کی تقریب پر جا رہا تھا۔ کہ اس عورت نے ایک بچہ کو بنارس کے قریب ایک تالاب میں پڑے ہوئے دیکھا۔ اس نے اسے اٹھا لیا۔ اور اپنے خاوند کو دکھایا۔ بچہ نے اسے کہا۔ مجھے کاشی لے چلو۔ اس قدر چھوٹی عمر میں بچے کو یوں بے تکلفی سے بات چیت کرتے دیکھ کر وہ جولاہا سخت خوفزدہ ہو گیا۔ اور اسے وہیں پھینک کر بھاگ گیا۔ مگر وہ ابھی ایک میل بھی نہ گیا ہو گا۔ کہ بچہ پھر اس کے آگے پڑا تھا۔ اس بار اس نے اسے اٹھا لیا۔ اور اپنے گھر میں اس کی پرورش کی۔

اگرچہ آپ کے اس امتیازی مقام پر پہنچنے کے متعلق بھی بہت سے قصے مشہور ہیں۔ مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ آپ ایک سادھو رامانند نامی کے مرید تھے۔ آپ کے مریدوں کا اعتقاد ہے۔ کہ تین سو برس تک یعنی ۱۱۴۹ء سے ۱۴۴۹ء تک آپ دنیا میں رہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ آپ کا زمانہ چودھویں صدی کا آخر یا پندرھویں کا آغاز ہے۔ آپ کے متعلق بھی یہ قصہ مشہور ہے۔ کہ آپ کی وفات پر ہندو آپ کو جلانا اور مسلمان دفن کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ دونوں ہی انہیں اپنا ہم مذہب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ یکایک اس بحث میں جو یہ جھگڑا کر رہا تھا نمودار ہوئے۔ اور کہا۔ کہ چادر اٹھا کر دیکھو۔ جب دیکھا گیا۔ تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ صرف پھولوں کا ایک ڈھیر تھا۔ جن میں سے آدھے بنارس کا راجہ لے گیا۔ اور انہیں جلا کر اس مقام پر ایک استھان بنا دیا۔ جسے اب کبیر چورا کہا جاتا ہے۔ اور آدھے پھول ایک معتقد مسلمان بجلی خان نے لے جا کر بمقام مگر متصل گورکھپور جہاں کبیر صاحب فوت ہوئے تھے۔ دفن کر دیئے۔ بعد میں اس مقام کے نام بہت سے گاؤں بھی ہبہ کر دیئے گئے

آپ کے اقوال اور اصول بہت سی تصنیفات میں بزبان ہندی موجود ہیں۔ ان سب کا انداز بالکل نرالا ہے۔ اکثر ہندی شعروں کی طرح دوہا اور چوپائی کی طرز میں بیان ہیں۔ ایک کتاب بیجک نام بھی ان لوگوں میں مستند سمجھی جاتی ہے۔ اور آجکل یہی زیادہ مروج ہیں۔ اس کا مصنف کوئی شخص بھاگو داس کہا جاتا ہے۔ جو کبیر صاحب کا مقرب مرید تھا۔ اس کا طرز بیان بہت شیریں ہے۔ مگر با ایں ہمہ اس میں سے کبیر صاحب کے اصولوں کے متعلق بہت کم علم حاصل ہو سکتا ہے۔

کبیر پنتھی یوں تو ایک خدا کو مانتے ہیں۔ جو دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ مگر ان کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ بھی مادہ کے پانچ عناصر سے بنا ہوا ایک جسم رکھتا ہے۔ گو انسانی نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے۔ اور جو شکل چاہے۔ اختیار کر سکتا ہے۔ باقی باتوں میں وہ انسان سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا۔ اور نیک آدمی یعنی کبیر مت کا سادھو زندگی میں اس کی زندہ مثال اور موت کے بعد اس کا رفیق ہے۔ وہ مادہ کی طرح جس سے وہ بنا ہوا ہے۔ ازلی ابدی ہے۔ جس کی نہ کوئی ابتداء ہے۔ اور نہ انتہاء۔

دنیا کی ابتداء وہ پرم پُرش سے مانتے ہیں سادھو لوگوں کی طرح کبیر پنتھیوں کا بھی عقیدہ یہ ہے۔ کہ پرم پُرش کو دنیا بنانے کی خواہش ہوئی۔ اور یہی خواہش ایک عورت کی صورت میں متمثل ہو گئی۔ یہ عورت مایا یا دولت ہے۔ جس سے دنیا کی تمام برائیاں نکلی ہیں۔ پرم پرش نے اس سے مجامعت کی۔ اور اس سے برہما۔ وشنو۔ اور شیو پیدا ہوئے۔ اور انہی سے آگے دنیا کا سلسلہ چلا۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ ہر چیز کے اندر ایک سی زندگی ہے۔ اور جب تک انسانی روح اپنے خالق حقیقی اور اصلی سرچشمہ کا عرفان حاصل نہیں کر لیتی۔ اس وقت تک تناسخ کے چکر میں تکالیف اٹھاتی رہتی ہے۔ دوزخ اور بہشت کو وہ دولت کے کرشمے اور وہمی چیزیں سمجھتے ہیں۔ سورگ اور بہشت دنیاوی لذات اور راحتوں کا نام ہے۔ اور اسی طرح نرک اور جہنم وہ تکالیف ہیں۔ جو انسان کو زندگی میں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

کبیر پنتھ کی اخلاقی تعلیم بہت کم ہے۔ اور اس کے ضروری حصے یہ ہیں۔ کہ زندگی خدا تعالٰے کی ایک نعمت ہے۔ اور اس لئے بندوں کو خدا کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے۔ خون بہانا خواہ وہ انسان کا ہو یا حیوان کا ایک خوفناک گناہ ہے۔ سچائی اس پنتھ کا ایک زبردست اصول ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ دنیا کی برائیوں اور خدا تعالٰے کی معصیت کا سرچشمہ جھوٹ ہے۔ رہبانیت ان کے ہاں پسندیدہ ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ دنیاوی جذبات و خواہشات اور امید و بیم جو دنیوی زندگی کا جزو ہیں روحانی پاکیزگی کو معدوم بنا دیتے ہیں۔ اور خدا تعالٰے کی طرف سے توجہ کو پھیر دیتے ہیں۔ اور اس کا آخری حصہ وہی ہے جو قریباً تمام ہندو فرقوں میں مشترک اور نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔ یعنی تن من۔ دھن سے اپنے گُرو کی اطاعت کرنا

اگرچہ ابتدائی ایام میں بھی اس فرقہ کو بہت زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر پھر بھی اس نے کافی ترقی کی۔ اور اس وقت بھی ہندوستان میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا بنارس کے قریب جب ان لوگوں کا ایک میلہ منعقد ہوا۔ تو اس میں ۳۵۰۰۰ سے زیادہ کبیر پنتھی شریک ہوئے۔

اس فرقہ سے آگے بہت سی شاخیں نکلی ہیں۔ جن کے اصول اور تعلیمات کی بنیاد اسی فرقہ پر ہے۔ خود اس کے فرقہ کے بھی کئی حصہ ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بارہ بہت مشہور ہیں۔ مگر بنارس کا کبیر چورا ہر ایک کے لئے واجب التعظیم ہے۔ اور اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے سادھو وغیرہ وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ جن کی رہائش اور خوراک وہاں کے مہنت کے ذمہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس استھان کی کوئی خاص آمدنی نہیں۔ جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ملیہ دے دیتے ہیں۔ اور اسی سے تمام اخراجات چلائے جاتے ہیں۔

کبیر پنتھیوں کی زیادہ تعداد شمالی اور وسطی ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ اور چونکہ ان لوگوں کی تعلیم ہی ایسی ہے اس لئے نہایت امن پسندی سے رہتے ہیں۔

ہندوؤں کی طرح دیوی دیوتاؤں کی پرستش سے یہ لوگ کلی طور پر بیزار ہیں۔ اور ہندوؤں کی مراسم کے بھی پابند نہیں۔ اور عام طور پر کبیر صاحب کی تعریف میں کچھ نظمیں وغیرہ پڑھ لینا ہی داخل عبادت سمجھتے ہیں۔ البتہ جو لوگ دنیا کے دھندوں سے آزاد ہو کر رہبانیت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی طرز عبادت جداگانہ ہے۔ اور وہ بظاہر خدا تعالٰی کی پرستش کے مدعی ہیں۔ ایسے سادھو لوگ عام طور پر ننگے رہتے ہیں۔ اور سر پر کھوپڑی کی بنی ہوئی ٹوپی پہنتے ہیں۔ صندل یا چندن کے ساتھ ماتھے سے ناک تک ایک نشان کرتے ہیں۔ گلے میں تلسی کی مالا پہنتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان ظاہری علامات کو یہ لوگ زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اگرچہ عقائد اور رسم و رواج کے لحاظ سے اس فرقہ کو ہندوؤں سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ بعض اصول میں شدید اختلاف ہے۔ مگر کئی ایک دوسرے فرقوں کی طرح شمار ان کا بھی ہندوؤں میں ہی ہوتا ہے اور اختلاف شدید کے باوجود ہندوان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

فضیلتِ اسلام

قرآن کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

اللہ تعالےٰ کی رحمت کاملہ نے بنی نوع انسان کی فلاح وبہبودی کے لئے جب اپنا آخری قانون شریعت نازل فرمایا۔ اور وہ پاک رسول زمینی لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا جکی خاطر اس نے ارض و اسماء کی تخلیق فرمائی تھی۔ تو اس وجہ سے کہ تا اس کا نازل کردہ کلام ابدی ہدایت نامہ کہلائے۔ اور اس میں انسانی عقول ترمیم و تنسیخ کی جراٴت نہ کر سکیں۔ اس نے اپنے کلام کو اپنی خاص حفاظت میں لے لیا۔ اور یہ اعلان فرما دیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی یہ سراپا نصیحت کلام نازل فرمایا ہے۔ اور چونکہ نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ رفعت و کمال اور جودت و محاسن کے تمام پہلوؤں پر بھی حاوی ہے اس لئے ہم ہی اس کے محافظ و نگران ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا۔ وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو عزیز یعنی دنیا کی تمام الہامی کتب پر غالب و برتر رہنے والی کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے آگے ٹکرا ہو سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے سے اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ نہ آیندہ پیدا ہونے والے علوم اس کے کسی مسئلہ کی تغلیط پر قادر ہو سکتے ہیں۔ اور نہ آثار قدیمہ کے متجسّین اپنے کسی نشان سے اس پر حرف گیری کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی بتا دیا۔ کہ کیوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تنزیل من حکیم حمید ۔ یہ اس خدا کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے۔ جو حکیم ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں ایسی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ جو حکمت و دانائی کے معیاروں پر پوری نہ اتر سکتی ہوں پھر یہ اس خدا کا کلام ہے۔ جو حمید یعنی سراپا قابل حمد ہے۔ مومنین کی جبین نیاز ہر وقت اسی کے آگے سربسجود رہتی ہے۔ ملائکہ اس کی تقدیس میں مشغول ہیں اور زمین کا ذرہ ذرہ زبان حال سے اپنے خالق و مالک کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ اور پھر کفار بھی اگرچہ خدا کے قانون شریعت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر وہ اس کے قانون قدرت اور قانون قضاء کے آگے بے بس ہیں

پس یہ قرآن حکیم و حمید خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔ جب ایسی عظیم الشان صفات جلالیہ کے مالک نے اس کتاب کو نازل فرمایا تو ناممکن ہے۔ کوئی شخص اس کے کسی بیان کردہ مسئلہ کو قابل [illegible] ثابت کر سکے۔

پس قرآن مجید کی حفاظت خدا نے خود فرمائی۔ اور یہ اسی لئے کہ قرآن مجید آخری ہدایت نامہ ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ پس جبکہ یہ آخری ابدی کامل اور جامع ہدایت نامہ تھا۔ اور جبکہ اس کے بعد ضرورت ہی نہ تھی۔ کہ کسی اور شرعی قانون کو نازل کیا جائے۔ جسطرح سورج کے مقابل پر ٹمٹماتی ہوئی شمع کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ایسی قیمتی چیز کی خدا خود حفاظت فرماتا۔ کیونکہ جب یہ ایک کتاب ہی دنیا کی تمام تر توجہ کا مرکز بنی تھی۔ تو اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ تو نسل انسانی کے عام طبقات قعر ذلت میں گر جاتے۔ پس خدا نے خود حفاظت فرمائی اور آپ ہی اس کا نگران حال بنا۔ مگر یہ خصوصیت ہمیں دوسرے مذاہب کی الہامی کتب میں نظر نہیں آتی۔ آج تک جسقدر بھی باقی کتابیں الہامی کہلاتی ہیں۔ خواہ وہ اپنے زمانہ میں وید تھے۔ یا تورات یا ژند اور اوستا۔ یا بقول عیسائیاں انجیل ان میں سے کسی کی بھی خدا نے خود حفاظت نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی حفاظت احبار اور ربانیین کے سپرد کی گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں بھی فرماتا ہے۔ فلولا ینھاھم الربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء الخ۔ پس یہ شرف اور فضیلت صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ کہ اس کی الہامی کتاب خدائے قادر و برتر کی حفاظت میں ہے۔ کوئی انسان اس کا محافظ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اسکی حفاظت کے لئے مختلف سامان بھی پیدا فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ پہلی حفاظت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے الفاظ کی کی۔ ظاہر ہے۔ کہ جب تک الفاظ ہمارے سامنے اس صورت میں نہ آئیں۔ جس صورت میں ان کا نزول ہوا۔ اسوقت تک کتاب قابل اعتبار ثابت نہیں ہو سکتی ایک شک کرنے والا انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ جب اس کے الفاظ وہ نہیں۔ جو خدا نے کہے تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کریں۔ کہ اس کا مفہوم وہ ہے۔ جس کے اظہار کا خدا نے ارادہ فرمایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہے۔ کہ اس نے قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت فرمائی۔ اور اس کے لئے لاکھوں انسانوں کے قلوب میں یہ تڑپ پیدا کر دی کہ وہ قرآن مجید کو حفظ کریں۔ اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں چنانچہ ابتدائے اسلام سے حفاظ کا وجود چلا آتا ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں حافظ قرآن مجید کے موجود رہتے ہیں۔ اگر بالفرض خدانخواستہ دنیا کی تمام کتب کسی ناگہانی بلا کی وجہ سے ناپید ہو جائیں۔ تب بھی قرآن مجید وہ کتاب ہے۔ جس کا ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک شوشہ تک دوبارہ معرض تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ اور یہ فضیلت صرف اسلام ہی کی کتاب کو حاصل ہے۔

دوسری حفاظت کسی کتاب کی معنوی حفاظت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے حقیقی علوم کو دنیا میں قائم رکھنے کے لئے اور اس غرض کیلئے کہ تا قرآن مجید سے لوگ غلط استدلالات نہ کریں۔ ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث فرمانے کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔ انّ اللہ یبعث لھذہ الامۃ علے راٴس کل مائۃ سنۃ من یجدّد لھا دینھا۔ چنانچہ تیرہ صدیوں تک مجدّدین آتے رہے۔ جنہوں نے قرآن مجید کی خدمت کی۔ اور لوگوں کو اس نور خدائی کا جلوہ دکھایا۔ اور جب چودھویں صدی آئی۔ تو خدا نے اپنا وہ عظیم الشان رسول نازل فرمایا۔ جس کی خبر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اور جس کی انتظار میں امت محمدیہ چشم براہ تھی۔

پس اسلام کی فضیلت اس امر سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک مکمل ضابطہ نازل فرمایا۔ اور پھر یہ اعلان فرما دیا۔ کہ میں ہی اس کی حفاظت کروں گا۔ اور پھر سامان بھی ایسے پیدا فرما دیئے۔ جن سے رہتی دنیا تک یہ کتاب اسی شکل و صورت میں رہیگی جس شکل و صورت میں آج سے صدیوں پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ مگر باقی مذاہب کی نہ تو الہامی کتب کامل ہیں۔ اور نہ ہی ان کا محافظ خدا ہے۔ اور نہ ہی ان کی حفاظت کا خدا کی طرف سے کوئی سامان ہے۔ اور اسی لئے ان میں روزانہ ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ پرانی اناجیل میں بیسیوں آیات ایسی ملتی ہیں جو اگر موجودہ اناجیل میں تلاش کی جائیں۔ تو ہرگز نہ ملیں۔ اس کی ایک مثال وہ حوض کا واقعہ ہے۔ جو آج سے پچیس برس پہلے کی اناجیل میں تو موجود ہے۔ مگر بعد کی اناجیل میں نہیں۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جب عیسائیت کے عقائد کا بطلان کیا۔ تو اس وقت آپ نے مسیحی معجزات کے ابطال میں ایک یہ بات بھی بیان فرمائی۔ کہ عیسائی کہتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بیمار اچھے کئے۔ اور یہ ان کی خدائی کا ثبوت ہے۔ حالانکہ انہیں کی انجیل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں ایک حوض تھا۔ آسمان سے ایک فرشتہ اتر کر اس پانی کو ہلا دیتا تھا۔ اور ایسا ہوتا۔ کہ جو کوئی بیمار سب سے پہلے اس حوض میں اترتا۔ خواہ کیسی ہی مرض میں گرفتار ہو اچھا ہو جاتا۔ آپ نے یہ واقعہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ کیوں نہ ہم یہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت مسیح نے جو بھی بیمار اچھے کئے۔ وہ دراصل حضرت مسیح کے معجزات نہیں۔ بلکہ اس حوض کے کرشمے ہیں۔ چونکہ یہ دلیل نہایت وزندار تھی۔ اس لئے عیسائیوں نے اسی بات میں اپنی خیر سمجھی۔ کہ آیندہ سے اس واقعہ کو اپنی کتاب سے نکالدیں۔ غرض باقی مذاہب کی کتب ایسی ہیں۔ کہ وہ انسانی دست برد سے قطعی طور پر محفوظ نہیں مگر قرآن مجید وہ کتاب ہے۔ کہ اور تو اور خود عیسائی مصنفین بھی اسبات کے قائل ہیں کہ یہ آج تک اسی حالت میں ہے۔ جس حالت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

"زید کا نظر ثانی کیا ہوا۔ قرآن آج تک بغیر کسی تبدیلی کے موجود [illegible]"

فضیلتِ اسلام

قرآن کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبودی کے لئے جب اپنا آخری قانون شریعت نازل فرمایا اور وہ پاک رسول زمینی لوگوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا جس کی خاطر اس نے ارض و سماء کی تخلیق فرمائی تھی۔ تو اس وجہ سے کہ تا اس کا نازل کردہ کلام ابدی ہدایت نامہ کہلائے۔ اور اس میں انسانی عقول ترمیم و تنسیخ کی جرأت نہ کر سکیں۔ اس نے اپنے کلام کو اپنی خاص حفاظت میں لے لیا۔ اور یہ اعلان فرما دیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی یہ سراپا نصیحت کلام نازل فرمایا ہے۔ اور چونکہ نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں۔ بلکہ رفعت و کمال اور جودت و محاسن کے تمام پہلوؤں پر بھی حاوی ہے اس لئے ہم ہی اس کے محافظ و نگران ہیں اسی طرح دوسری جگہ فرمایا۔ وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو عزیز یعنی دنیا کی تمام الہامی کتب پر غالب و برتر رہنے والی کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے آگے کھڑا ہو سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے سے اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ نہ آیندہ پیدا ہونے والے علوم اس کے کسی مسئلہ کی تغلیط پر قادر ہو سکتے ہیں۔ اور نہ آثار قدیمہ کے متجسین اپنے کسی نشان سے اس پر حرف گیری کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی بتا دیا۔ کہ کیوں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے۔ کہ تنزیل من حکیم حمید۔ یہ اس ہستی کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے۔ جو حکیم ہے۔ اور اس وجہ سے اس میں ایسی باتیں نہیں ہو سکتیں۔ جو حکمت و دانائی کے معیار پر پوری نہ اتر سکتی ہوں۔ پھر یہ اس خدا کا کلام ہے۔ جو حمید یعنے سراپا قابل حمد ہے۔ مومنین کی جبین نیاز ہر وقت اسی کے آگے سربسجود رہتی ہے۔ ملائکہ اس کی تقدیس میں مشغول ہیں۔ زمین کا ذرہ ذرہ زبان حال سے اپنے خالق و مالک کی ثناخوانی کر رہا ہے۔ اور پھر کفار بھی اگرچہ خدا کے قانون شریعت کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مگر وہ اس کے قانون قدرت اور قانون قضاء کے آگے بے بس ہیں

پس یہ قرآن حکیم و حمید خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔ جب ایسی عظیم الشان صفات جلالیہ کے مالک نے اس کتاب کو نازل فرمایا تو ممکن نہیں۔ کہ کوئی شخص اس کے کسی بیان کردہ مسئلہ کو قابل اعتراض ثابت کر سکے۔

پس قرآن مجید کی حفاظت خدا نے خود فرمائی۔ اور یہ اسی لئے کہ قرآن مجید آخری ہدایت نامہ ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ پس جبکہ یہ آخری ابدی کامل اور جامع ہدایت نامہ تھا۔ اور جبکہ اس کے بعد ضرورت ہی نہ تھی۔ کہ کسی اور شرعی قانون کو نازل کیا جائے۔ جس طرح سورج کے مقابل پر ٹمٹماتی ہوئی شمع کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے ضروری تھا۔ کہ ایسی قیمتی چیز کی خدا خود حفاظت فرماتا۔ کیونکہ جب یہ ایک کتاب ہی دنیا کی تمام تر توجہ کا مرکز بنی تھی۔ تو اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔ تو نسل انسانی کے عام طبقات قعر ذلت میں گر جاتے۔ پس خدا نے خود حفاظت فرمائی اور آپ ہی اس کا نگران حال بنا۔ مگر یہ خصوصیت ہمیں دوسرے مذاہب کی الہامی کتب میں نظر نہیں آتی۔ آج تک جسقدر بھی باقی کتابیں الہامی کہلاتی ہیں۔ خواہ وہ اپنے اپنے زمانہ میں وید تھے۔ یا تورات یا ژند اور اوستا۔ یا بقول عیسائیاں انجیل ان میں سے کسی کی بھی خدا نے خود حفاظت نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی حفاظت احبار اور ربانیین کے سپرد کی گئی تھی۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں بھی فرماتا ہے۔ فلولا ینھاھم الربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء الخ۔ پس یہ شرف اور فضیلت صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ کہ اس کی الہامی کتاب خدائے قادر و برتر کی حفاظت میں ہے۔ کوئی انسان اس کا محافظ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کے لئے مختلف سامان بھی پیدا فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ پہلی حفاظت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے الفاظ کی کی۔ ظاہر ہے۔ کہ جب تک الفاظ ہمارے سامنے اس صورت میں نہ آئیں۔ جس صورت میں ان کا نزول ہوا۔ اسوقت تک کتاب قابل اعتبار ثابت نہیں ہو سکتی۔ ایک شک کرنے والا انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ جب اس کے الفاظ وہ نہیں۔ جو خدا نے کہے تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کریں۔ کہ اس کا مفہوم وہ ہے۔ جس کے اظہار کا خدا نے ارادہ فرمایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہے۔ کہ اس نے قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت فرمائی۔

اور اس کے لئے لاکھوں انسانوں کے قلوب میں یہ تڑپ پیدا کر دی کہ وہ قرآن مجید کو حفظ کریں۔ اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیں چنانچہ ابتدائے اسلام سے حفاظ کا وجود چلا آتا ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں حافظ قرآن مجید کے موجود رہتے ہیں۔ اگر بالفرض خدانخواستہ دنیا کی تمام کتب کسی ناگہانی بلا کی وجہ سے ناپید ہو جائیں۔ تب بھی قرآن مجید وہ کتاب ہے۔ جس کا ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک شوشہ تک دوبارہ معرض تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ اور یہ فضیلت صرف اسلام ہی کی کتاب کو حاصل ہے۔

دوسری حفاظت کسی کتاب کی معنوی حفاظت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے حقیقی علوم کو دنیا میں قائم رکھنے کے لئے اور اس غرض کیلئے کہ تا قرآن مجید سے لوگ غلط استدلالات نہ کریں۔ ہر صدی کے سر پر مجددین مبعوث فرمانے کا سلسلہ جاری فرما دیا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا۔ اِنّ اللہ یبعث لھذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ چنانچہ تیرہ صدیوں تک مجدّدین آتے رہے۔ جنہوں نے قرآن مجید کی خدمت کی۔ اور لوگوں کو اس نور خدائی کا جلوہ دکھایا۔ اور جب چودھویں صدی آئی۔ تو خدا نے اپنا وہ عظیم الشان رسول نازل فرمایا۔ جس کی خبر سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اور جس کی انتظار میں امت محمدیہ چشم براہ تھی۔

پس اسلام کی فضیلت اس امر سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک مکمل ضابطہ نازل فرمایا۔ اور پھر یہ اعلان فرما دیا۔ کہ میں ہی اس کی حفاظت کروں گا۔ اور پھر سامان بھی ایسے پیدا فرما دیئے۔ جن سے رہتی دنیا تک یہ کتاب اسی شکل و صورت میں رہیگی جس شکل و صورت میں آج سے صدیوں پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ مگر باقی مذہب کی نہ تو الہامی کتب کامل ہیں۔ اور نہ ہی ان کا محافظ خدا ہے۔ اور نہ ہی ان کی حفاظت کا خدا کی طرف سے کوئی سامان ہے۔ اور اسی لئے ان میں روزانہ ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ پرانی اناجیل میں بیسیوں آیات ایسی ملتی ہیں جو اگر موجودہ اناجیل میں تلاش کی جائیں۔ تو ہرگز نہ ملیں۔ اس کی ایک مثال وہ حوض کا واقعہ ہے۔ جو آج سے پچیس برس پہلے کی اناجیل میں تو موجود ہے۔ مگر بعد کی اناجیل میں نہیں۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب عیسائیت کے عقائد کا بطلان کیا۔ تو اس وقت آپ نے مسیحی معجزات کے ابطال میں ایک یہ بات بھی بیان فرمائی۔ کہ عیسائی کہتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بیمار اچھے کئے۔ اور یہ ان کی خدائی کا ثبوت ہے۔ حالانکہ انہیں کی انجیل میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے زمانہ میں ایک حوض تھا۔ آسمان سے ایک فرشتہ اتر کر اس پانی کو ہلا دیتا تھا۔ اور ایسا ہوتا۔ کہ جو کوئی بیمار سب سے پہلے اس حوض میں اترتا۔ خواہ کیسی ہی مرض میں گرفتار ہو اچھا ہو جاتا۔ آپ نے یہ واقعہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ کیوں نہ ہم یہ سمجھ لیں۔ کہ حضرت مسیح نے جو بھی بیمار اچھے کئے۔ وہ دراصل حضرت مسیح کے معجزات نہیں۔ بلکہ اس حوض کے کرشمے ہیں۔ چونکہ یہ دلیل نہایت وزندار تھی۔ اس لئے عیسائیوں نے اسی بات میں اپنی خیر سمجھی۔ کہ آیندہ سے اس واقعہ کو اپنی کتاب سے نکال دیں۔ غرض باقی مذاہب کی کتب ایسی ہیں۔ کہ وہ انسانی دست برد سے قطعی طور پر محفوظ نہیں مگر قرآن مجید وہ کتاب ہے۔ کہ اور تو اور خود عیسائی مصنفین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آج تک اسی حالت میں ہے۔ جس حالت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے:-

"زید کا نظر ثانی کیا ہوا۔ قرآن آج تک بغیر کسی تبدیلی کے موجود ہے"

گاندھی جی سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے کی گفتگو

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے کا مکالمہ جو ۲۲ مارچ دہلی میں گاندھی جی کے ساتھ ہؤا۔ اس کا خلاصہ الفضل کے ایک گزشتہ پرچہ میں شائع کیا جا چکا ہے۔ "الفضل" کے نمائندہ نے جب مزید حالات دریافت کئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

اخبار سٹیٹسمین ۲۱ مارچ میں میں نے گاندھی جی کا جب یہ بیان پڑھا۔ کہ سیلف گورنمنٹ کے حصول کے بعد غیر ملکی مشنریوں کو ہندوستان میں تبلیغ کے لئے کامل آزادی نہیں ملیگی۔ بلکہ اگر وہ اپنی سرگرمیوں کو خالص انسانی ہمدردی کے کاموں تک محدود رکھینگے تو خیر۔ ورنہ میں انہیں واپس چلے جانے کا حکم دیدونگا۔ تو میں نے ضروری سمجھا۔ کہ خود گاندھی جی سے ملکر اس بارے میں تبادلۂ خیالات کروں۔ میں وقت مقرر کرا کر گیا۔ اور ان سے سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اخباروں میں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ جب سوراج مل جائیگا۔ تو ہندوستان میں تبلیغ بند کر دی جائے گی۔ اور اجازت نہیں ہوگی۔ کہ غیر ملکی مشنری اپنے مذہب کی اشاعت کریں۔ آپ نے کہا۔ میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔ میرے پاس اخبار موجود تھا۔ میں نے نکالا۔ اور ان کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش کیا۔ کہ ممکن ہے۔ غلط چھپ گیا ہو۔ اس پر انہوں نے ایک ایک لفظ خوب غور سے پڑھا۔ اور کہنے لگے میں نے یہ الفاظ I would certainly ask them to withdraw کہے نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ ہماری جماعت چونکہ ایک تبلیغی جماعت ہے۔ اس لئے ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا خیال رہتا ہے۔ کہ اشاعت مذہب میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ گاندھی جی نے کہا۔ میں یہ الفاظ اس لئے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ میرے پاس تلوار نہیں۔ میں نے کہا بے شک آپ کے پاس تلوار نہیں لیکن اگر ہوتی بھی۔ تو بھی آپ کو علم ہونا چاہیئے۔ کہ ہم تلوار سے ڈر نہیں سکتے۔ کہنے لگے مجھے یقین ہے۔ اور خوب اچھی طرح یقین ہے۔ کہ آپ لوگ تلوار سے نہیں ڈرتے۔ مگر میں نے یہ فقرہ جو میری طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں کہا۔

میں نے کہا۔ گو آپ نے یہ فقرہ نہ کہا ہو۔ مگر چونکہ ہم لوگ تبلیغ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہم اس بارے میں کسی قسم کی پابندی کی قطعًا پرواہ نہ کرینگے اور میں اسی وقت اور اسی جگہ آپ کو تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ اور بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو قادیان میں مبعوث فرمایا۔ جو دنیا کی اصلاح اور نجات کے لئے آیا۔ میں اسی کی طرف سے آپ کو یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ اس پر ایمان لائیں۔ تو یہ آپ کی عاقبت کے لئے بہت بہتر ہوگا۔

گاندھی جی نے یہ سنکر کہا۔ اگر خدا مجھے کہیگا۔ تو میں یقینًا حضرت مرزا صاحب کو مان لوں گا۔ زیادہ زور انہوں نے اس بات پر دیا۔ کہ اگر مجھے واقعی سمجھ آ جائے۔ کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ تو یقین جانیئے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اسلام میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اگر مجھے سمجھ آ جائے۔ تو میں ضرور اسلام قبول کر لوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب کسی بات کی سمجھ آ جاتی ہے۔ تو پھر عقلمند انسان کو اس بات کے ماننے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ لیکن سمجھنے کی کوشش کرنا انسان کا فرض ہے۔

چونکہ مقررہ وقت سے زیادہ عرصہ آپ سے سلسلۂ کلام جاری رہا۔ اس لئے آپ نے کہا۔ چونکہ کچھ وقت آپ نے زائد لیا ہے۔ اس لئے اس وقت میں آپ کو ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ کہکر انہوں نے میری قمیص کے گریبان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ آپ اسے پہننا چھوڑ دیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ یہ کپڑا تو لدھیانہ کا بنا ہؤا ہے۔ بدیشی نہیں۔ کہنے لگے۔ نہیں۔ میرا مطلب تو آپ سمجھ ہی گئے ہیں۔ میرا منشاء یہ ہے۔ کہ آپ کھدر پہنا کریں۔ میں نے وہی جواب دُہرا دیا۔ جو وہ مجھے دے چکے تھے۔ کہ جب مجھے خدا کہیگا۔ تو میں کھدر پہننا شروع کر دوں گا۔ اس پر وہ خوب ہنسے اور کہنے لگے۔ خدا ایسی باتوں کے متعلق تھوڑا ہی کہا کرتا ہے۔ میں نے کہا ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے۔ تو وہ اپنے رب سے مانگو۔ پس ہمیں تو ہر بات میں خدا کی رہنمائی اور تائید کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بغیر خدا کے حکم کے ہم کس طرح اپنا قدم اُٹھا سکتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے یہ تو معلوم نہیں۔ کہ آپ کا کوئی مذہبی راہنما ہے یا نہیں۔ مگر میں ایک واجب الاطاعت امام کا مرید ہوں۔ اور میرا امام زندہ موجود ہے۔ اگر امام وقت ہی مجھے کہدے۔ کہ تو کھدر پہنا کر۔ تو میں فورًا کھدر پہننا شروع کر دونگا۔ مگر وہ نہ صرف کھدر نہیں پہنتے بلکہ ولایتی کپڑے بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اس پر گاندھی جی نے کہا۔ آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ وہ آئندہ سے کھدر پہنا کریں۔ میں نے کہا یہ میرا کام نہیں۔ میں ان کا مرید ہوں۔ ان کا جو پیغام تھا۔ وہ میں نے آپ کو پہنچا دیا۔ اب آپ اگر اپنا پیغام انہیں پہنچانا چاہتے ہوں۔ تو خود جا کر کہیئے۔ کہ وہ کھدر پہننا شروع کر دیں۔ کہنے لگے اچھا اگر میں کبھی اس طرف آیا۔ تو میں انہیں منوا کر آؤنگا۔ کہ کھدر پہنیں۔ اور ولایتی کپڑا استعمال نہ کریں۔ چونکہ وقت زیادہ زیادہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اسی پر سلسلۂ کلام ختم کر دینا پڑا۔

مردم شماری میں اچھوت اقوام کی امداد

عرصہ ۶ ماہ سے جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اس علاقہ میں تحریک کر رہی تھی۔ کہ چونکہ چوہڑے چماروں کی الگ کمیٹیاں بن گئی ہیں۔ اس لئے مردم شماری کے موقعہ پر ان کو خانہ مذہب میں آد دھرمی لکھانا چاہیئے۔ فروری ۱۹۳۱ء کو سنت گنیش داس صاحب پرچارک آد دھرم منڈل جالندھر شہر ہمارے پاس آئے۔ اور ان کے ساتھ مل کر کئی ایک مواضعات میں پرچار کیا۔ اور مردم شماری کے متعلق اشتہارات تقسیم کئے۔ اور احمدی احباب دیگر گاؤں میں دَورہ کرتے رہے۔ اور ان کو سمجھاتے رہے۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی درج کرائیں۔

۲۶ فروری ۱۹۳۱ء بوقت صبح میں اور چودھری دولت خان صاحب نے مندرجہ ذیل مواضعات کا دورہ کیا۔ بالے وال۔ رتہ۔ انگلی۔ بھنڈی پور۔ جنڈی۔ مکہ۔ نیلی۔ متون۔ چاہل۔ اِن سب گاؤں میں اچھوت اقوام کو تاکید کی کہ اپنے آپ کو آد دھرمی لکھوائیں۔ سب نے اقرار کیا۔ کہ ہم پہلے سے ہی آد دھرمی لکھوانے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔

۲۶ فروری ۱۹۳۱ء کی رات کو منشی فیروزالدین خانصاحب سکرٹری تعلیم و تربیت کاٹھ گڑھ موضع بالے وال میں گئے اور وہاں چماروں کو ہدایت کی۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی لکھاؤ۔ چنانچہ اصرار کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو آد دھرمی لکھوایا۔ اور صوفی عبدالعزیز صاحب و غلام اللہ صاحب موضع نتھا نگل میں گئے۔ وہاں بھی چماروں کو تحریک کی۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی درج کرائیں۔ اس کے بعد صوفی عبدالعزیز صاحب موضع مہندی پور میں گئے۔ اور وہاں بھی تحریک کی۔ چودھری عبدالقادر صاحب سکرٹری سجووال نے مختلف مقامات کا دَورہ کیا۔ اور چماروں میں آد دھرم لکھوانے کے لئے پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ ان کی تحریک کے ماتحت چماروں نے خانہ مذہب میں اپنے آپ کو آد دھرمی لکھایا۔

چونکہ احمدی جماعت کا فرض ہے۔ کہ مظلوموں کی حمایت کرے۔ اسی فرض کے ماتحت جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے اچھوت اقوام کی مدد کی ہے۔ اور آئندہ بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔

(عبدالسلام امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور)

گاندھی جی سے جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے کی گفتگو

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے کا مکالمہ جو ۲۲ مارچ دہلی میں گاندھی جی کے ساتھ ہوا۔ اس کا خلاصہ الفضل کے ایک گزشتہ پرچہ میں شائع کیا جا چکا ہے "الفضل" کے نمائندہ نے جب مزید حالات دریافت کئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

اخبار سٹیٹسمین ۲۲ مارچ میں میں نے گاندھی جی کا جب یہ بیان پڑھا۔ کہ سیلف گورنمنٹ کے حصول کے بعد غیر ملکی مشنریوں کو ہندوستان میں تبلیغ کے لئے کامل آزادی نہیں ملیگی۔ بلکہ اگر وہ اپنی سرگرمیوں کو خالص انسانی ہمدردی کے کاموں تک محدود رکھینگے تو خیر۔ ورنہ میں انہیں واپس چلے جانے کا حکم دیدونگا۔ تو میں نے ضروری سمجھا۔ کہ خود گاندھی جی سے ملکر اس بارے میں تبادلۂ خیالات کروں۔ میں وقت مقرر کرا کر گیا۔ اور ان سے سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اخباروں میں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے۔ جب سوراج مل جائیگا۔ تو ہندوستان میں تبلیغ بند کر دی جائے گی۔ اور اجازت نہیں ہوگی۔ کہ غیر ملکی مشنری اپنے مذہب کی اشاعت کریں۔ آپ نے کہا۔ میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی۔ میرے پاس اخبار موجود تھا۔ میں نے نکالا۔ اور ان کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش کیا۔ کہ ممکن ہے۔ غلط چھپ گیا ہو۔ اس پر انہوں نے ایک ایک لفظ خوب غور سے پڑھا۔ اور کہنے لگے میں نے یہ الفاظ I would certainly ask them to withdraw کہے نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ ہماری جماعت چونکہ ایک تبلیغی جماعت ہے۔ اس لئے ہمیں سب سے زیادہ اس بات کا خیال رہتا ہے۔ کہ اشاعتِ مذہب میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ گاندھی جی نے کہا۔ میں یہ الفاظ اس لئے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کہ میرے پاس تلوار نہیں۔ میں نے کہا بے شک آپ کے پاس تلوار نہیں لیکن اگر ہوتی بھی۔ تو بھی آپ کو علم ہونا چاہیئے۔ کہ ہم تلوار سے ڈر نہیں سکتے۔ کہنے لگے مجھے یقین ہے۔ اور خوب اچھی طرح یقین ہے۔ کہ آپ لوگ تلوار سے نہیں ڈرتے۔ مگر میں نے یہ فقرہ جو میری طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں کہا۔

میں نے کہا۔ گو آپ نے یہ فقرہ نہ کہا ہو۔ مگر چونکہ ہم لوگ تبلیغ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہم اس بارے میں کسی قسم کی پابندی کی قطعاً پرواہ نہ کرینگے اور میں اسی وقت اور اسی جگہ آپ کو تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ اور بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ایک شخص کو قادیان میں مبعوث فرمایا۔ جو دنیا کی اصلاح اور نجات کے لئے آیا۔ میں اس کی طرف سے آپ کو یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ کہ اگر آپ اس پر ایمان لائیں۔ تو یہ آپ کی عاقبت کے لئے بہت بہتر ہوگا۔

گاندھی جی نے یہ سنکر کہا۔ اگر خدا مجھے کہیگا۔ تو میں یقیناً حضرت مرزا صاحب کو مان لوں گا۔ زیادہ زور انہوں نے اس بات پر دیا۔ کہ اگر مجھے واقعی سمجھ آ جائے۔ کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ تو یقین جانیئے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اسلام میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی۔ اگر مجھے سمجھ آ جائے۔ تو میں ضرور اسلام قبول کر لوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب کسی بات کی سمجھ آ جاتی ہے۔ تو پھر عقلمند انسان کو اس بات کے ماننے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ لیکن سمجھنے کی کوشش کرنا انسان کا فرض ہے۔

چونکہ مقررہ وقت سے زیادہ عرصہ آپ سے سلسلۂ کلام جاری رہا۔ اس لئے آپ نے کہا۔ چونکہ کچھ وقت آپ نے زائد لیا ہے۔ اس لئے اس وقت میں آپ کو ایک بات کہنی چاہتا ہوں۔ یہ کہکر انہوں نے میری قمیص کے گریبان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ آپ اسے پہننا چھوڑ دیں۔ میں نے سکراتے ہوئے کہا کہ یہ کپڑا تو لدھیانہ کا بنا ہوا ہے۔ بدیشی نہیں۔ کہنے لگے۔ نہیں۔ میرا مطلب تو آپ سمجھ ہی گئے ہیں۔ میرا منشاء یہ ہے۔ کہ آپ کھدر پہنا کریں۔ میں نے وہی جواب دُہرا دیا۔ جو وہ مجھے چکے تھے۔ کہ جب مجھے خدا کہیگا۔ تو میں کھدر پہننا شروع کر دوں گا۔ اس پر وہ خوب ہنسے اور کہنے لگے۔ خدا ایسی باتوں کے متعلق تھوڑا ہی کہا کرتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر تمہاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے۔ تو وہ اپنے رب سے مانگو۔ پس ہمیں تو ہر بات میں خدا کی رہنمائی اور تائید کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ بغیر خدا کے حکم کے ہم کس طرح اپنا قدم اُٹھا سکتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے یہ تو معلوم نہیں۔ کہ آپ کا کوئی مذہبی راہنما ہے یا نہیں۔ مگر میں ایک واجب الاطاعت امام کا مرید ہوں۔ اور میرا امام زندہ موجود ہے۔ اگر امام وقت ہی مجھے کہدے۔ کہ تو کھدر پہنا کر۔ تو میں فوراً کھدر پہننا شروع کر دونگا۔ مگر وہ نہ صرف کھدر نہیں پہنتے بلکہ ولایتی کپڑے بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ اس پر گاندھی جی نے کہا۔ آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں یہ پیغام پہنچا دیں۔ کہ وہ آئندہ سے کھدر پہنا کریں۔ میں نے کہا یہ میرا کام نہیں۔ میں ان کا مرید ہوں۔ ان کا جو پیغام تھا۔ وہ میں نے آپ کو پہنچا دیا۔ اب آپ اگر اپنا پیغام انہیں پہنچانا چاہتے ہوں۔ تو خود جا کر کہیئے۔ کہ وہ کھدر پہننا شروع کر دیں۔ کہنے لگے اچھا اگر میں کبھی اس طرف آیا۔ تو میں انہیں منوا کر آؤنگا۔ کہ کھدر پہنیں۔ اور ولایتی کپڑا استعمال نہ کریں۔ چونکہ وقت زیادہ زیادہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اسی پر سلسلۂ کلام ختم کر دینا پڑا۔

مردم شماری میں اچھوت اقوام کی امداد

عرصہ ۶ ماہ سے جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اس علاقہ میں تحریک کر رہی تھی۔ کہ چونکہ چوہڑے چماروں کی الگ کمیٹیاں بن گئی ہیں۔ اس لئے مردم شماری کے موقعہ پر ان کو خانہ ملک میں آد دھرمی لکھانا چاہیئے۔ فروری ۱۹۳۱ء کو سنت گنیش داس صاحب پرچارک آد دھرم منڈل جالندھر شہر ہمارے پاس آئے۔ اور ان کے ساتھ مل کر کئی ایک مواضعات میں پرچار کیا۔ اور مردم شماری کے متعلق اشتہارات تقسیم کئے۔ اور احمدی احباب دیگر گاؤں میں دورہ کرتے رہے۔ اور ان کو سمجھاتے رہے۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی درج کرائیں۔

۲۶ فروری ۱۹۳۱ء بوقت صبح میں اور چودھری دولت خان صاحب نے مندرجہ ذیل مواضعات کا دورہ کیا۔ بلے وال۔ رنتہ۔ انگلی۔ جھنڈی پور۔ جنڈی۔ مکہ۔ ٹیلی۔ منتوں۔ چاہل۔ ان سب گاؤں میں اچھوت اقوام کو تاکید کی۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی لکھوائیں۔ سب نے اقرار کیا۔ کہ ہم پہلے سے ہی آد دھرمی لکھوانے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔

۲۶ فروری ۱۹۳۱ء کی رات کو منشی فیروز الدین خانصاحب سکرٹری تعلیم و تربیت کاٹھ گڑھ موضع بلے وال میں گئے اور وہاں چماروں کو ہدایت کی۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی لکھاؤ۔ چنانچہ اصرار کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو آد دھرمی لکھوایا۔ اور صوفی عبدالعزیز صاحب و غلام اللہ صاحب موضع نتھانگل میں گئے۔ وہاں بھی چماروں کو تحریک کی۔ کہ اپنے آپ کو آد دھرمی درج کرائیں۔ اس کے بعد صوفی عبدالعزیز صاحب موضع مہندی پور میں گئے۔ اور وہاں بھی تحریک کی۔ چودھری عبدالقادر صاحب سکرٹری سیجووال نے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ اور چماروں میں آد دھرم لکھوانے کے لئے پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ ان کی تحریک کے ماتحت چماروں نے خانہ ملک میں اپنے آپ کو آد دھرمی لکھایا۔

چونکہ احمدی جماعت کا فرض ہے۔ کہ مظلوموں کی حمایت کرے۔ اسی فرض کے ماتحت جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ نے اچھوت اقوام کی مدد کی ہے۔ اور آئندہ بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔

(عبدالسلام امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور)

اشتہار

زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مال باجلاس جناب راجہ علی محمد خان صاحب بہادر افسر مال اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع مظفرگڈھ

نمبر مقدمہ ۹/۱۱ صدر ۹ تحصیل - مرجوعہ ۷/۳۰ - موضع وان بیتانی

حکم چندو ولد بجن رام ذات ڈوڈیجہ سکنہ موضع گل والہ تحصیل و ضلع مظفرگڈھ مدعی ::

بنام

حسین شاہ متوفی بقائمقامی غوث شاہ - کالو شاہ بالغان عاشق شاہ نابالغ پسران حسین شاہ بسربراہی غوث شاہ برادر خود - [illegible] شاہ ولد کالا شاہ - ودہا شاہ - نورن شاہ نابالغان ولدان نورن شاہ بسربراہی جعفر شاہ - بکھن ولد احمد ہوڑہ - بیرا ولد الٰہ بخش عمر [illegible] بخش - اللہ جوایا - ولد چندو - الٰہ بخش ولد حیدر - قبول ولد رانجھہ و رانجھ متوفی بقائمقامی قبول ولد رانجھ پسر خود - کالا - لالہ متوفی بقائمقامی سوالی و پسران سوالی و حیدر پسران لالہ فضل بالغ - وتہ نابالغ ولدان گامن بسربراہی فضل برادر خود - امیر بخش متوفی بقائمقامی بخش واللہ بخش پسران خود - اللہ رکھا ولد باقر - بہادر - گوہر ولدان کیہوتہ - یاری ولد جانی - سوالی ولد امامن - وسایا - بہادر - صاحب داد بالغ وتہ نابالغ پسران خدا بخش بسربراہی بہادر - صادق بالغ - امیر نابالغ ولدان مقبول بسربراہی صادق برادر خود - حیدر ولد بوہگا - لعل - رکھہ گامن اور بیٹہ متوفیان بقائمقامی لعل و رکھہ برادران ولدان بکھا - محمد بخش ولد قبول - مسماۃ صاحبہ نابالغ دختر کریم بخش بسربراہی محمد بخش چچہ خود - وسایا - مبارک ولدان اللہ دیوایا - کالو ولدان امامن - حبیب - رمضان بالغ - اللہ بخش نابالغ ولدان منگا خان بسربراہی حبیب برادر خود - زاہد متوفی بقائمقامی وسایا ولد زاہد پسر خود - محمد - احمد [illegible] بخش پسران جندہ - غلام رسول ولد احمد - خدا بخش - قادر بخش پسران [illegible] دیوایا - غلام محمد بالغ - خدا بخش نابالغ پسران اللہ بخش بسربراہی غلام محمد برادر خود - جگی شاہ متوفی بقائمقامی [illegible] بخش نابالغ ولد گلی شاہ بسربراہی اللہ وسایا شاہ - ماموں [illegible] - محمد بخش [illegible] داد - بالغ اللہ وسایا نابالغ ولدان اللہ بخش - [illegible] اللہ داد برادر خود - اقوام بیتانی سکنائی وان بیتانی - دلو رام [illegible] بوکر داس ذات تھیریجہ - پرپٹ داؤ دارام ولدان بہاری [illegible] ڈوڈیجہ - [illegible] چند - سوبھا رام - ولدان کالا رام

ذات مغلانی سکنائی گل والہ - ڈھولن رام ولد لوکو رام و دہیا سکنہ مظفرگڈھ شیرن ولد شادی ذات بیتانی - سکنہ وان بیتانی تحصیل و ضلع مظفرگڈھ مدعا علیہم ::

درخواست تقسیم اراضی چاہ شہباز والہ غربی واقعہ وان بیتانی تحصیل مظفرگڈھ ::

نمبر کھاتہ	تعداد رقبہ	تعداد حصص	نام پٹواری
۱۹۸	مالہ حسب کنال	۳۵/۱۹	روشن داس

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں - اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مذکور مندرجہ بعنوان بالا جاری کیا جاتا ہے - کہ اگر مدعا علیہم مذکور بتاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۳۱ء بمقام مظفرگڈھ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے - تو ان کے نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی ::

آج بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا ::

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار

زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مال باجلاس جناب راجہ علی محمد خان صاحب بہادر افسر مال اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اوّل ضلع مظفرگڈھ

نمبر مقدمہ ۹/۱۱ صدر ۹ تحصیل - مرجوعہ ۷/۳۰ - موضع وان بیتانی

حکم چند ولد بجن مل ذات ڈوڈیجہ سکنہ موضع گل والہ تحصیل و ضلع مظفرگڈھ مدعی ::

بنام

بہادر و گوہر ولدان کیہوتہ - یاری ولد جانی - سوالی ولد امامن بہادر - وسایا - صاحب داد بالغ وتہ نابالغ - ولدان خدا بخش بسربراہی بہادر برادر خود - صادق - امیر ولدان مقبول - حیدر ولد بوہگا خان - حبیب - رمضان بالغ - اللہ بخش نابالغ ولدان منگا بسربراہی حبیب برادر خود - زاہد ولد محمد و متوفی بقائمقامی وسایا پسر [illegible] نابالغ بسربراہی محمد بخش سوتر بیچہ خود - محمد - احمد بالغ امام بخش نابالغ پسران جندہ بسربراہی محمد برادر خود اقوام بیتانی سکنائی وان بیتانی - ڈھولن رام ولد لوکو رام ذات

و دہیا سکنہ مظفرگڈھ - لعل - رکھہ - بنہ متوفی بقائمقامی لعل و رکھہ برادران پسران بکھا - الٰہ وتہ نابالغ ولد گنڈو بسربراہی سیدو - محمد بخش ولد قبول - مسماۃ صاحب نابالغ دختر کریمن بسربراہی محمد بخش چچہ خود - گلن شاہ ولد غازی شاہ ذات سید - وسایا - مبارک ولدان اللہ دیوایا اقوام بیتانی - حسین شاہ ولد حاجی شاہ ذات سید کالو - فتح ولدان امامن - غلام رسول ولد احمد ذات بیتانی - خدا بخش و قادر بخش پسران اللہ ڈیوایا - - غلام محمد بالغ خدا بخش نابالغ پسران اللہ بخش بسربراہی غلام محمد برادر خود - امیر متوفی بقائمقامی بخش واللہ بخش پسران امیر - جعفر شاہ ولد کالا شاہ ذات سید سکنائی وان بیتانی - دلو رام ولد پوہکر داس ذات بتدریجہ - - پرپٹ رام واودہا رام ولدان بہاری رام اقوام ڈوڈیجہ سکنائی گلوالہ تحصیل مظفرگڈھ مدعا علیہم ::

گلشن شاہ متوفی بقائمقامی نبی بخش نابالغ ولد گلی شاہ بسربراہی الٰہ وسایا شاہ ماموں خود ::

حسین شاہ متوفی بقائمقامی غوث شاہ - کالو شاہ - عاشق شاہ نابالغ بسربراہی ::

درخواست تقسیم اراضی شہباز والہ غربی واقع موضع وان بیتانی تحصیل و ضلع مظفرگڈھ ::

نمبر کھاتہ	تعداد رقبہ	تعداد حصص	نام گرداور	نام پٹواری
۱۸۸	ربعہ کنال	۱۲/[illegible]	فضل الدین	روشن داس

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں - اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مندرجہ بعنوان بالا جاری کیا جاتا ہے - کہ اگر مدعا علیہم مذکور بتاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۳۱ء بمقام مظفرگڈھ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے - تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی ::

آج بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا -

دستخط حاکم و مہر عدالت

پٹواریوں کی ضرورت

چند ایک پٹوار پاس نوجوانوں کی ضرورت ہے بہت جلد مقامی امیر یا سیکرٹریوں کی معرفت درخواستیں دفتر میں آجائیں

ناظر امور عامہ قادیان

اشتہار

زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مال باجلاس جناب راجہ علی محمد خان صاحب بہادر افسر مال اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع مظفرگڈھ

نمبر مقدمہ ۔ مرجوعہ ۔ موضع وان بیٹانی

حکم چندو ولد بھگوان رام ذات ڈوڈیجہ سکنہ موضع گل والہ تحصیل ضلع مظفرگڈھ مدعی

بنام

حسین شاہ متوفی بقائمقامی غوث شاہ ۔ کالو شاہ بالغان عاشق شاہ نابالغ پسران حسین شاہ بسر براہی غوث شاہ برادر خود جعفر شاہ ولد کالا شاہ ۔ ود لاشاہ ۔ نورن شاہ نابالغان ولدان نورن شاہ بسر براہی جعفر شاہ ۔ بکن ولد احمد ہوڑہ ۔ بیر ولد اللہ بخش عرف ... بخش ۔ اللہ جوایا ۔ ۔ ولد چندو ۔ الہ بخش ولد حیدر ۔ قبول ولد رانجھہ درانجہ متوفی بقائمقامی قبول ولد رانجہ پسر رش ۔ کالا ۔ لالہ متوفی بقائمقامی سوائی و پسران سوائی و حیدر پسران لالہ ۔ فضل بالغ ۔ دتہ نابالغ ولدان گامن بسر براہی فضل برادر خود ۔ امیر بخش متوفی بقائمقامی بخش واللہ بخش پسران ش ۔ اللہ رکھا ولد باقر ۔ بہادر ۔ گوہر ولدان کھوتہ ۔ یاری ولد جمال ۔ سوائی ولد امامن ۔ وسایا ۔ بہادر ۔ صاحب داد بالغ دتہ نابالغ پسران خدا بخش بسر براہی بہادر برادر خود ۔ صادق بالغ ۔ امیر نابالغ ولدان مقبول بسر براہی صادق برادر خود ۔ حیدر ولد بوہگا ۔ لعل ۔ رکھہ گامن اور بنہ متوفیان بقائمقامی لعل و رکھہ برادران ولدان بگھا ۔ محمد بخش ولد قبول ۔ مسماۃ صاحبہ نابالغ دختر کریم بخش بسر براہی محمد بخش بچہ خود ۔ وسایا ۔ مبارک ولدان اللہ دیوایا ۔ ۔ کالو ولدان امامن ۔ حبیب ۔ رمضان بالغ ۔ اللہ بخش نابالغ ولدان منگا خان بسر براہی حبیب برادر خود ۔ زاہد متوفی بقائمقامی وسایا ولد زاہد پسر رش ۔ محمد ۔ احمد ۔ الہ بخش پسران جندہ ۔ غلام رسول ولد احمد ۔ خدا بخش ۔ قادر بخش پسران ... دیوایا ۔ غلام محمد بالغ ۔ خدا بخش نابالغ پسران اللہ بخش بسر براہی غلام محمد برادر خود ۔ جگی شاہ متوفی بقائمقامی ... بخش نابالغ ولد گلن شاہ بسر براہی اللہ وسایا شاہ ۔ مامون ... ۔ محمد بخش ... داد ۔ بالغ اللہ وسایا نابالغ ولدان اللہ بخش ۔ ... داد برادر خود اقوام بیٹانی سکنائی وان بیٹانی ۔ دلو رام ... ذات ... ۔ پوپٹ داؤ دھارام ولدان بہاری ... ڈوڈیجہ ۔ ... چندو ۔ سوبھا رام ۔ ولدان کالا رام

ذات مغلانی سکنائی گل والہ ۔ ڈھولن رام ولد لوکو رام ودھیا سکنہ مظفرگڈھ شیرن ولد شادی ذات بیٹانی ۔ سکنہ وان بیٹانی تحصیل و ضلع مظفرگڈھ مدعا علیہم

درخواست تقسیم اراضی چاہ شہباز والہ غربی واقعہ وان بیٹانی تحصیل مظفرگڈھ

نمبر کھاتہ	تعداد رقبہ	تعداد حصص	نام پٹواری
۱۹۸	۸۸ کنال ... مرلہ بحساب	...	روشن داس

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں ۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مذکور مندرجہ بعنوان بالا جاری کیا جاتا ہے ۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور بتاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۳۱ء بمقام مظفرگڈھ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے ۔ تو ان کے نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آوے گی

آج بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم مہر عدالت

اشتہار

زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت مال باجلاس جناب راجہ علی محمد خان صاحب بہادر افسر مال اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اوّل ضلع مظفرگڈھ

نمبر مقدمہ ۹/۱۱ صدر ۹ تحصیل ۔ مرجوعہ ۸/۳۰ ۔ موضع وان بیٹانی

حکم چند ولد بھگوان مل ذات ڈوڈیجہ سکنہ موضع گل والہ تحصیل و ضلع مظفرگڈھ مدعی

بنام

بہادر و گوہر ولدان کھوتہ ۔ یاری ولد جمال ۔ سوائی ولد امامن بہادر ۔ وسایا ۔ صاحب داد بالغ دتہ نابالغ ۔ ولدان خدا بخش بسر براہی بہادر برادر خود ۔ صادق ۔ امیر ولدان مقبول ۔ حیدر ولد بوہگا خان ۔ حبیب ۔ رمضان بالغ ۔ اللہ بخش نابالغ ولدان منگا بسر براہی حبیب برادر خود ۔ زاہد ولد محمد متوفی بقائمقامی وسایا پسر رش نابالغ بسر براہی محمد بخش سوتر بچہ خود ۔ محمد ۔ احمد بالغ امام بخش نابالغ پسران جندہ بسر براہی محمد برادر خود اقوام بیٹانی سکنائی وان بیٹانی ۔ ڈھولن رام ولد لوکو رام ذات

ودھیا سکنہ مظفرگڈھ ۔ لعل ۔ رکھہ ۔ بنہ متوفی بقائمقامی لعل و رکھہ برادران پسران بگھا ۔ الہ وتہ نابالغ ولد کنڈو بسر براہی سیدو ۔ محمد بخش ولد قبول ۔ مسماۃ صاحب نابالغ دختر کریمن بسر براہی محمد بخش بچہ خود ۔ گلن شاہ ولد غازی شاہ ذات سید ۔ وسایا ۔ مبارک ولدان اللہ دیوایا اقوام بیٹانی ۔ حسین شاہ ولد حاجی شاہ ذات سید کالو ۔ نیع ولدان امامن ۔ ۔ غلام رسول ولد احمد ذات بیٹانی ۔ خدا بخش و قادر بخش پسران اللہ ڈیوایا ۔ ۔ غلام محمد بالغ خدا بخش نابالغ پسران اللہ بخش بسر براہی غلام محمد برادر خود ۔ امیر متوفی بقائمقامی بخش واللہ بخش پسران امیر جعفر شاہ ولد کالا شاہ ذات سید سکنائی وان بیٹانی ۔ دلو رام ولد پوہکر داس ذات بتدر نجہ ۔ ۔ پوپٹ رام واودھارام ولدان بہاری رام اقوام ڈوڈیجہ سکنائی گلووالہ تحصیل مظفرگڈھ مدعا علیہم

گلشن شاہ متوفی بقائمقامی نبی بخش نابالغ ولد گلن شاہ بسر براہی الہ وسایا شاہ ماموں خود

حسین شاہ متوفی بقائمقامی غوث شاہ ۔ کالو شاہ ۔ عاشق شاہ نابالغ بسر براہی

درخواست تقسیم اراضی شہباز والہ غربی واقع موضع وان بیٹانی تحصیل و ضلع مظفرگڈھ

نمبر کھاتہ	تعداد رقبہ	تعداد حصص	نام گرداور	نام پٹواری
۱۸۸	... کنال	...	فضل الدین	روشن داس

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں ۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام مدعا علیہم مندرجہ بعنوان بالا جاری کیا جاتا ہے ۔ کہ اگر مدعا علیہم مذکور بتاریخ ۱۷ اپریل ۱۹۳۱ء بمقام مظفرگڈھ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے ۔ تو ان کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں لائی جاوے گی

آج بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

دستخط حاکم و مہر عدالت

پٹواریوں کی ضرورت

چند ایک پٹوار پاس نوجوانوں کی ضرورت ہے بہت جلد مقامی امیر یا سیکرٹریوں کی معرفت درخواستیں دفتر میں آجائیں

ناظر امور عامہ قادیان

اعلان

بتاریخ ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء میں کارخانہ قاعدہ یسرنا القرآن

خاص حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود جناب مرزا

بشیرالدین محمود احمد صاحب کی ذات کو ہبہ کر چکا ہوں۔

لہذا اس کارخانہ کے مالک حضرت خلیفہ ثانی مصلح موعود ہیں۔

میری یہ تحریر بطور وصیت نہیں بلکہ اپنی زندگی میں بطور اعلان ہبہ ہے

اس لئے میرے بعد میرے کسی رشتہ دار کو اس کارخانہ میں

بطور ترکہ حصہ لینے کا حق نہیں ::

خاکسار

پیر منظور محمد مصنف قاعدہ یسرنا القرآن و

موجد طرز کتابت قاعدہ یسرنا القرآن

بقلم خود۔ ۹ مارچ ۱۹۳۱ء

ڈاکٹری اور طبّی دُنیا

یہ ایک حقیقت ثابت ہے۔ کہ دانتوں اور مسوڑوں کی خرابی ام الامراض ہے۔ خصوصاً جب مسوڑوں میں پیپ پڑ جائے۔ یورپین و امریکن ڈاکٹروں اور یونانی اطبا کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مسوڑوں کی پیپ اور دانتوں کی دیگر بیماریاں جسم انسانی کے انجن (معدہ) کو خراب کر کے صحت کو برباد کرتی ہیں۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ صحت قائم رکھنے کے لئے اس مرض متعدی کا تدارک کرے۔ ورنہ سوئی غفلت کا خمیازہ امراض شدیدہ کا سامنا ہوگا۔ افادۂ عام کے لئے ہم نے منجن محافظ دندان ایجاد کیا ہے۔ جو بعد تجربہ امراض دندان کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ دانتوں میں کیڑا لگنا۔ دانتوں کا ہلنا۔ پانی لگنا۔ درد کرنا۔ کند ہونا۔ جڑوں میں سوزش۔ میل جمنا۔ مسوڑوں کا زخمی ہونا۔ پیپ پڑ جانا۔ خون آنا۔ مسوڑوں کا پھولنا۔ مسوڑوں کی کھجلی۔ جلن۔ بدبو۔ گوشت خورہ۔ ان سب امراض کے لئے منجن محافظ دندان بے حد مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) ::

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

کِنگ آف ٹانکس

استعمال کر کے موسم بہار میں اپنی طاقت وزن اور خون بڑھائیں جناب حکیم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں کنگ آف ٹانکس ہی استعمال کرتا ہوں۔ واقعی اعلیٰ درجہ کی مصفی خون محرک اور مقوی اعصاب ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک چھ روپے نصف ماہ تین روپے محصول الگ

فیضِ عام میڈیکل ہال قادیان

موت کی گرم بازاری

اور امراض دق وسل کی تباہ کاریوں کے سیلاب کو دیکھ کر جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ ایم۔ ایس نے ان کا علاج امراض کا پوری تحقیق و تفتیش کے بعد علاج دریافت کر لیا ہے اور ثابت کر دیا۔ کہ دنیا کا کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا نہ پیدا کی گئی ہو۔ آپ نے متعدد عربی فارسی اور انگریزی نامی کتب سے ان امراض کے متعلق جو کچھ حاصل کیا۔ اس کو البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل :۔ کی صورت میں اس طرح یکجا کر دیا ہے ایسی دق کی تعریف اور قسمیں اسباب و علامات اس سے بچنے کے طریقے اور علاج نہایت مشرح و بسط کے ساتھ درج ہیں کوئی کتب خانہ بلکہ کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے :: قیمت فی جلد چار آنہ

ملنے کا پتہ :۔ شوکت تھانوی۔ زرد محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ

حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اوّل کے خاندان میں

کونسا سرمہ مقبول ہے ؟

ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ خارش چشم۔ پھولا جالا۔ پانی بہنا۔ دھند غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندا۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے یہ سرمہ اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھیں گے۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے۔ حضرت حکیم الامۃ نورالدین کے صاحبزادگان تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"پچھلے دنوں عزیز عبدالباسط کو آشوب چشم اور ککروں کی تکلیف تھی۔ اس سے قبل اور بھی کئی ایک دوائیں استعمال کی گئیں۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپ کا سرمہ بہت مفید اور کامیاب رہا۔ درحقیقت یہ بہت ہی قابل قدر چیز ہے"! اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کا خاندان نہ کس کے پاس ہے۔ اور پھر کون اس سے زیادہ احتیاط سے تیار کرتا ہے۔ اور آپ کا خاندان مبارک کس سرمہ کو پسند فرماتا ہے۔ لہذا آپکو بھی یہی بہترین مفید اور مقبول عام موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہیئے۔ قیمت فی تولہ عہ محصولڈاک علاوہ

اکسیر معدہ ہیضہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ بادگولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ قے جی متلانا۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ قبض اسہال ریاح کیلئے تیر بہدف بھوک کو لگنے ددر و گھی بکثرت ہضم کرنے کے لئے مسلّم ہے۔ اڈیٹر صاحب فاروق اور مولانا نیر صاحب نے بعد از استعمال بہت پسند فرمایا۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک علاوہ ::

ملنے کا پتہ :۔ **مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب**

تجارت کرو فائدہ اُٹھاؤ

اگر آپ بیکار ہیں۔ یا اپنی آمدنی بڑھانا چاہتے ہیں۔ تو کمپنی ہذا سے ولایت۔ امریکہ۔ فرانس۔ جاپان۔ چین۔ اور ہندوستان کا نئے نئے اقسام دلکش ڈیزائن کا مقبول عام کٹ پیس و پارچہ سالم تھان جو امیرانہ غریبانہ زنانہ و مردانہ غرض ہر شخص کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔ منگوا کر خود تجارت کیجئے۔ اور پردہ نشین مستورات سے بھی کرا لیجئے۔ ہمارا مال بوجہ عمدہ ہونے کے ہر شہر و ہر قصبہ میں کٹ پیس ہاتھوں ہاتھ معقول منافع پر بکنے والا ہے :: دوکاندار اور بیوپاری ہماری نمونہ کی گانٹھ جو پچاس روپیہ سے کر دو صد روپیہ یا اس سے زائد قیمت کی ہے۔ تھوک نرخ پر منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ بڑے بیوپاری ولایت کی سربند گانٹھ اور بیلی جو چار صد روپیہ سے کر ہزار پندرہ سو روپیہ تک کی ہو۔ [illegible] اور سواری گاڑی کا نصف کرایہ بذمہ کمپنی کل روپیہ ہمراہ آرڈر ارسال کرنے والوں کو ۲ فیصدی رعایت ورنہ کچھ رقم پیشگی بھیج کر مال طلب کریں۔ ذاتی استعمال کے لئے جس قدر کٹ پیس مطلوب ہو۔ بذریعہ ڈاک پارسل وی پی منگوائیے :

ہمارا دعوٰی ہے۔ کہ ہم سے کم نرخ پر کوئی مال نہیں دے سکتا۔ آرڈر دینے سے پیشتر ہم سے ضرور دریافت کریں۔ تنخواہ یا کمیشن پر کام کرنے والے ایجنٹوں کی ہر مقام کے لئے ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی اور تھوک پرائس لسٹ مفت طلب کیجئے ::

امریکن کمرشیل کمپنی (تھوک سوداگران پارچہ) کٹ پیس مارکٹ بمبئی نمبر ۸

اعلان

بتاریخ ۲ جولائی ۱۹۳۰ء میں کارخانہ قاعدہ یسرنا القرآن خاص حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مصلح موعود جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ذات کو ہبہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا اس کارخانہ کے مالک حضرت خلیفہ ثانی مصلح موعود ہیں۔ میری یہ تحریر بطور وصیت نہیں بلکہ اپنی زندگی میں بطور اعلان ہبہ ہے۔ اس لئے میرے بعد میرے کسی رشتہ دار کو اس کارخانہ میں بطور ترکہ حصہ لینے کا حق نہیں ::

خاکسار

پیر منظور محمد مصنف قاعدہ یسرنا القرآن و موجد طرز کتابت قاعدہ یسرنا القرآن

بقلم خود۔ ۹ مارچ ۱۹۳۱ء

ڈاکٹری اور طبی دُنیا

یہ ایک حقیقت ثابت ہے۔ کہ دانتوں اور مسوڑوں کی خرابی ام الامراض ہے۔ خصوصاً جب مسوڑوں میں پیپ پڑ جائے۔ یورپین و امریکن ڈاکٹروں اور یونانی اطبا کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ مسوڑوں کی پیپ اور دانتوں کی دیگر بیماریاں جسم انسانی کے انجن (معدہ) کو خراب کر کے صحت کو برباد کرتی ہیں۔ اس لئے ہر انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ صحت قائم رکھنے کے لئے اس مرض متعدی کا تدارک کرے۔ ورنہ سویا غفلت کا خمیازہ امراض شدیدہ کا سامنا ہوگا۔ افادہ عام کے لئے ہم نے منجن محافظ دندان ایجاد کیا ہے۔ جو بعد تجربہ امراض دندان کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ دانتوں میں کیڑا لگنا۔ دانتوں کا ہلنا۔ پانی لگنا۔ درد کرنا۔ کند ہونا۔ جڑوں میں سوزش۔ میل جمنا۔ مسوڑوں کا زخمی ہونا۔ پیپ پڑ جانا۔ خون آنا۔ مسوڑوں کا پھولنا۔ مسوڑوں کی کھجلی جلن۔ بدبو۔ گوشت خورہ۔ ان سب امراض کے لئے منجن محافظ دندان بے حد مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

عبد الرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

کنگ آف ٹانکس

استعمال کر کے موسم بہار میں اپنی طاقت وزن اور خون بڑھائیں جناب حکیم محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں کنگ آف ٹانکس ہی استعمال کرتا ہوں۔ سو واقعی اعلیٰ درجہ کی مصفی خون محرک اور مقوی اعصاب ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک چھ روپے نصف ماہ تین روپے محصول ۱۲؍

فیض عام میڈیکل ہال قادیان

موت کی گرم بازاری

اور امراض دق و سل کی تباہ کاریوں کے سیلاب کو دیکھ کر جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب بی۔ ایم۔ ایس نے ان لاعلاج امراض کا پوری تحقیق و تفتیش کے بعد علاج دریافت کر لیا ہے اور ثابت کر دیا۔ کہ دنیا کا کوئی مرض ایسا نہیں ہے جس کی دوا نہ پیدا کی گئی ہو۔ آپ نے متعدد عربی فارسی اور انگریزی طبی کتب سے ان امراض کے متعلق جو کچھ حاصل کیا۔ اس کو البیان الشافی فی تحقیق الدق والسل :- کی صورت میں اس طرح یکجا کر دیا ہے اسمیں دق کی تعریف اور اسباب و علامات اس سے بچنے کا طریقہ اور علاج نہایت مشرح و بسط کے ساتھ درج ہے کوئی گھر بغیر اس کتاب کے خالی نہ ہونا چاہئیے۔ قیمت فی جلد [illegible] ملنے کا پتہ :- شوکت تھانوی۔ زرد محل امام باڑہ آغا باقر لکھنؤ

حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح اوّل کے خاندان میں

کونسا سرمہ مقبول ہے؟

ضعف بصر۔ ککرے۔ جلن۔ خارش چشم۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ۔ گوہانجنی۔ رتوندا۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے یہ سرمہ اکسیر ہے۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھیں گے۔ وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے۔ حضرت حکیم الامۃ نور الدین کے صاحبزادگان تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”پچھلے دنوں عزیز عبد الباسط کو آشوب چشم اور ککروں کی تکلیف تھی۔ اس سے قبل اور بھی کئی ایک ادویہ استعمال کی گئیں۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپ کا سرمہ بہت مفید اور کامیاب رہا۔ درحقیقت یہ بہت ہی قابل قدر چیز ہے۔“ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کا اصل نسخہ کس کے پاس ہے۔ اور پھر کون اسے زیادہ احتیاط سے تیار کرتا ہے۔ اور آپ کا خاندان مبارک کس سرمہ کو پسند فرماتا ہے۔ لہٰذا آپکو بھی یہی بہترین مفید اور مقبول عام موتی سرمہ ہی استعمال کرنا چاہئیے۔ قیمت فی تولہ ۳؍ محصول ڈاک علاوہ

اکسیر معدہ ہیضہ۔ بد ہضمی۔ کمی بھوک۔ درد شکم۔ اپھارہ باد گولہ۔ پیٹ کا گڑگڑانا۔ کھٹی ڈکاریں۔ قے جی کا متلانا۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا۔ قبض اسہال ریاح کیلئے تیر بہدف بھوک کھولنے درد دور کرنے بکثرت ہضم کرنے کے لئے مسلمہ ہے۔ ایڈیٹر صاحب فاروق اور مولانا نیر صاحب نے بعد از استعمال بہت پسند فرمایا۔ قیمت فی شیشی ۱۲؍ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ:- مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

تجارت کرو فائدہ اُٹھاؤ

اگر آپ بیکار ہیں۔ یا اپنی آمدنی بڑھانا چاہتے ہیں۔ تو کمپنی ہذا سے ولایت۔ امریکہ۔ فرانس۔ جاپان۔ چین۔ اور ہندوستان کا نئے نئے اقسام دلکش ڈیزائنوں کا مقبول عام کٹ پیس و پارچہ سالم تھان جو امیرانہ غریبانہ و زنانہ و مردانہ غرضیکہ ہر شخص کی ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔ منگوا کر خود تجارت کیجئے۔ اور پرچون فروشوں سے بھی کرائیے۔ ہمارا مال بوجہ عمدہ ہونے کے ہر شہر ہر قصبہ۔ اور ہر مارکٹ میں ہاتھوں ہاتھ معقول منافع پر بکنے والا ہے۔ دوکاندار اور بیوپاری ہماری نمونہ کی گانٹھ جو پچاس روپیہ سے کر دو صد روپیہ یا اس سے زائد قیمت کی ہے۔ تھوک نرخ پر منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ بڑے بیوپاری ولایت کی سربند گانٹھ اور پیٹی جو چار صد روپیہ سے کر ہزار پندرہ سو روپیہ تک کی ہیں۔ طلب کریں۔ مال گاڑی کا پورا اور سواری گاڑی کا نصف کرایہ بذمہ کمپنی کل روپیہ ہمراہ آرڈر ارسال کرنے والوں کو ۳ فیصدی رعایت ورنہ کچھ رقم پیشگی بھیج کر مال طلب کریں۔ ذاتی استعمال کے لئے جس قدر کٹ پیس مطلوب ہو۔ بذریعہ ڈاک پارسل وی پی منگوائیے:

ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم سے کم نرخ پر کوئی مال نہیں دیسکتا۔ آرڈر دینے سے پیشتر ہم سے ضرور دریافت کریں۔ تنخواہ یا کمیشن پر کام کرنیوالے ایجنٹوں کی ہر مقام کے لئے ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی اور تھوک پرائس لسٹ مفت طلب کیجئے:

امریکن کمرشیل کمپنی (تھوک سوداگران پارچہ) کٹ پیس مارکٹ بمبئی نمبر ۱

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۲۷ مارچ کو اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا۔ حکومت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی دینے کی صلح کے نئے گاندھی جی کی جدوجہد کو موہوم کر دیا گیا۔ لیکن میں نے سیاسی مقاصد کی خاطر انصاف کو قربان کرنا سخت غلطی سمجھا۔ یہ مقدمہ پھانسی کی سزا کا پورے طور پر مستحق تھا۔

—— ۲۹ مارچ کو شام کے ۵ بجے آل انڈیا کانگریس کا کھلا اجلاس منعقد ہوا۔ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ چالیس ہزار کے قریب آدمی پنڈال میں موجود تھے۔ صدر منتخب سردار پٹیل نے خطبہ صدارت پڑھا۔ جس میں بھگت سنگھ وغیرہ کے طریق کار سے اظہار اختلاف کرتے ہوئے ان کی قربانی اور دلیری کی تعریف کی۔ گاندھی ارون سمجھوتہ کے متعلق کہا۔ اگر ہم یہ صلح نہ کرتے۔ تو سخت غلطی کرتے۔ اور گزشتہ سال کی تکالیف کے اثر کو ضائع کر دیتے۔ کانگریس کا نصب العین مکمل آزادی قرار دیتے ہوئے آپ نے کہا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ برطانیہ یا کسی دوسری غیر ملکی حکومت سے تعلق رکھنے سے انکار کر دیا جائے۔ آزادی کے معنوں سے یہ بات باہر نہیں کہ ہندوستان اور برطانیہ میں باہمی مفاد کے لئے مساویانہ حیثیت سے تعلقات قائم رہیں۔ ہندو مسلم مسئلہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ اس کے حل کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہندو جرأت کا اظہار کریں۔ اور اقلیتوں کو مطمئن کر دیں۔ جب تک اتحاد نہ ہو۔ کانفرنس میں ہماری شرکت بے سود ہے۔ آپ نے کہا۔ کانگریس۔ فوج اور مالیات پر پورے کنٹرول کا مطالبہ کرتی ہے۔ برما کو ہندوستان کے ساتھ شامل رکھنے کے حق میں ہے۔

—— ۴ اپریل کو دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوگی۔ کانگریس نے مسلم لیڈروں سے مصالحت کی گفت و شنید کے لئے اپنی طرف سے گاندھی جی سردار پٹیل سیٹھ جمنا لال بجاج اور پنڈت ... کو ... کیا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو گول میز کانفرنس میں شامل نہیں ہونگے۔ کیونکہ وہ گورنمنٹ سے تعاون کے خلاف ہیں۔ مگر گاندھی جی اور دوسرے لیڈروں کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا بھی نہیں چاہتے۔

—— معلوم ہوا ہے۔ سزائے موت سے تین دن قبل سردار بھگت سنگھ وغیرہ کو گاندھی جی نے ایک چٹھی کے ساتھ ایک مسودہ بھیجا تھا۔ کہ اس پر دستخط کر دیں۔ اگر دستخط ہو جاتے تو وہ سزائے موت سے بچ جاتے۔ مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ غالباً یہ رحم کی درخواست تھی۔

—— کوٹ دھرم چند متصل ترنتارن ضلع امرتسر میں مسلمانوں اور سکھوں کی آبادی مساوی ہے۔ مسلمان ایک خام مسجد میں نمازیں پڑھتے تھے۔ جسے اب وہ پختہ کرنا چاہتے تھے۔ کہ سکھوں نے تین مسلمانوں کو ہلاک اور سولہ کو مجروح کر دیا۔ سکھوں کی وحشت قابل شرم ہے۔

—— کانپور سے ۲۹ مارچ کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ اب وہاں صورت حالات بہتر ہے۔ ۳ سو آدمی گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور اندازہ ہے۔ کہ قریباً دو سو مارے جا چکے ہیں۔ قریب کے ایک شہر فتح پور میں بھی طرح طرح کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ اور فسادات کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ الہ آباد میں خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے دو ماہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔

—— وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن سر جارج رینی شروع اپریل سے چار ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں۔ آپ کی جگہ سر جارج شسٹر کام کرینگے۔

—— سول نافرمانی کے سلسلہ میں یو۔ پی میں جن سکولوں کی زر امداد بند کر دی گئی تھی۔ حکومت نے ایک اعلان کے ذریعے اسے پھر جاری کر دیا ہے۔ نیز جو طلبا نکالے گئے تھے۔ ان کو بھی دوبارہ داخل کر لینے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔

—— ہمارا ایک نامہ نگار نوشہرہ سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ بھگت سنگھ کی پھانسی کے سلسلہ میں دریا کے کنارے ہندو مسلمانوں کا جو جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں ایک سرکردہ ہندو کے یہ کہنے پر کہ اللہ اکبر کی بجائے بندے ماترم کا نعرہ لگایا جائے۔ جھگڑا پیدا ہو گیا۔ مسلمان اس شخص پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے دریا میں غرق کرنے لگے۔ لیکن ہندوؤں کے معافی مانگنے پر چھوڑ دیا۔

—— دہلی۔ ۳۰ مارچ۔ آج اسمبلی میں فسادات کانپور پر بحث ہوئی۔ تو مسٹر ایمرسن نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ اب تک ۱۳۱ گرفتاریاں عمل میں آ چکی ہیں۔ ۴۲ ہندو مارے گئے ہیں۔ اور ۹۹ مسلمان۔ ۲۱۹ ہندو اور ۱۶۷ مسلمان زخمی ہوئے۔

—— کانگریس کیمپ۔ ۲۸ مارچ۔ نوجوان بھارت سبھا نے گاندھی ارون سمجھوتہ ... ... مہاتما گاندھی کی ... جنگ آزادی کے خلاف ملکی غداری سے تعبیر کیا۔ اور علی الاعلان کہا۔ کہ ملکی غداروں نے جن کا کانگریس میں غلبہ ہے۔ برطانی حکومت کے ساتھ سازش کر کے حصول آزادی کے راستہ میں روڑا اٹکا دیا ہے۔ عوام کی آزادی کو بیچ دیا گیا ہے۔ اور گول میز کانفرنس میں شامل ہونے کی خاطر ملکی مفاد کو قربان کر دیا گیا ہے۔ قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی۔ قراردادوں کی منظوری کے بعد مالوی جی کو (جو جلسہ میں موجود تھے) مسٹر سبھاش چندر بوس صدر جلسہ نے تقریر کرنے کی دعوت دی۔ جس وقت پنڈت جی تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر آئے۔ تو کئی نوجوانوں نے مالوی واپس جاؤ۔ ہم مالوی کو نہیں چاہتے۔ کے نعرے لگائے۔ صدر کی انتہائی کوشش کے باوجود نوجوانوں کا جوش بڑھتا گیا۔ اور جلسہ میں ایسی ابتری پھیل گئی۔ کہ صدر کو جلسہ برخاست کرنا پڑا۔ عورتوں نے پنڈت مالوی کے گرداگرد حلقہ باندھ کر انہیں موٹر تک پہنچایا۔

—— امرتسر۔ ۳۰ مارچ۔ موضع کوٹ دھرم چند کلاں میں ۲۵ سکھ فساد برپا کرنے اور قتل عمد کے الزام میں گرفتار کئے گئے۔

—— پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منٹگمری میں ایک تجویز منظور کی گئی ہے۔ کہ رجسٹرار کوئی مسلمان مقرر کیا جائے۔ یہ تجویز گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہے۔

—— سشن جج جہلم نے دو ڈاکوؤں کے مقدمہ کا جب فیصلہ سنایا۔ اور سزائے قید کا حکم دیا۔ تو انہوں نے اپنے ساتھی سلطانی گواہ پر وہیں حملہ کر دیا۔ جس سے عدالت کا فرنیچر ٹوٹ گیا۔ مگر پولیس نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔

—— ۳۰ کی شام کو کانگریس کے کھلے اجلاس میں گاندھی ارون سمجھوتہ کی تصدیق کا ریزولیوشن پنڈت نہرو نے پیش کیا۔ ڈاکٹر انصاری نے تائید کی۔ مسٹر جمنا داس مہتہ نے مخالفت کی۔ مگر تین گھنٹہ کے زبردست بحث و مباحثہ کے بعد ریزولیوشن منظور ہو گیا۔

—— انگلستان کے قدامت پسند اخبارات نے فسادات کانپور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اگر احترام قانون و امن کی ذمہ داری انگریزوں کے ہاتھ سے ہندوستانی ہاتھوں میں دیدی جائے۔ تو کئی کانپور بن جائیں۔ ہندوستان کو اغیار کی نظروں میں اس طرح ذلیل کرنے والے ہندوؤں کو ڈوب مرنا چاہیئے۔

—— ۳۰ مارچ کو کونسل آف سٹیٹ نے تین گھنٹہ کی بحث کے بعد فائننس بل پاس کر دیا۔ اور جتنی بھی ترامیم پیش کی گئیں۔ وہ سب گر گئیں۔

—— پیگو کی ایک اطلاع ہے۔ کہ وہاں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات سرعت سے پھیل رہے ہیں۔ باغی برمیوں نے ہندوستانیوں کے چند مکانات جلا دیئے۔

—— ۳۰ مارچ کو اسمبلی میں کانپور کے فسادات کے سلسلہ میں التوائے اجلاس کی تحریک پیش ہوئی۔ مگر ... گھنٹہ کی بحث کے بعد گر گئی۔

—— کراچی کانگریس کے کھلے اجلاس میں جب پنڈت جواہر لال کی طرف سے بھگت سنگھ وغیرہ کے متعلق قرارداد پیش ہوئی۔ تو مسٹر وی ایل شاستری نے ترمیم پیش کی۔ کہ تشدد کے طریق پر اظہار ناپسندیدگی کے الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔ یہ امر قابل نفرت ہے۔ کہ ان عظیم الشان ہستیوں کو نیم دلی سے خراج تحسین ادا کیا جا رہا ہے۔ آپ تقریر کر رہے تھے۔ کہ لاؤڈ سپیکر بند ہو گیا۔ انہوں نے احتجاج کیا۔ کہ عمداً ایسا کیا گیا ہے۔ مسز کملا دیوی نے تقریر کرتی تھی۔ مگر انہیں تائید نہ کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مگر صدر نے ان تمام اعتراضات کو مسترد کر کے آپ کو خاموش کرا دیا۔ قرارداد بجنسہ پاس ہو گئی۔

(عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

——— ۲۷ مارچ کو اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے وائسرائے نے کہا۔ حکومت پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ بھگت سنگھ وغیرہ کو پھانسی دیکر صلح کے لئے گاندھی جی کی جدوجہد کو موہوم کر دیا گیا۔ لیکن میں نے سیاسی مقاصد کی خاطر انصاف کو قربان کرنا سخت غلطی سمجھا۔ یہ مقدمہ پھانسی کی سزا کا پورے طور پر مستحق تھا۔

——— ۲۹ مارچ کو شام کے ۵ بجے آل انڈیا کانگریس کا کھلا اجلاس منعقد ہوا۔ اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ چالیس ہزار کے قریب آدمی پنڈال میں موجود تھے۔ صدر منتخب سردار پٹیل نے خطبہ صدارت پڑھا جس میں بھگت سنگھ وغیرہ کے طریق کار سے اظہار اختلاف کرتے ہوئے ان کی قربانی اور دلیری کی تعریف کی۔ گاندھی اروِن سمجھوتہ کے متعلق کہا۔ اگر ہم یہ صلح نہ کرتے۔ تو سخت غلطی کرتے۔ اور گزشتہ سال کی تکالیف کے اثر کو ضائع کر دیتے۔ کانگریس کا نصب العین مکمل آزادی قرار دیتے ہوئے آپ نے کہا۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ برطانیہ یا کسی دوسری غیر ملکی حکومت سے تعلق رکھنے سے انکار کر دیا جائے۔ آزادی کے معنوں سے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہندوستان اور برطانیہ میں باہمی مفاد کے لئے مساویانہ حیثیت سے تعلقات قائم رہیں۔ ہندو مسلم مسئلہ کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ اس کے حل کا بہترین طریق یہ ہے کہ ہندو جرأت کا اظہار کریں۔ اور اقلیتوں کو مطمئن کر دیں۔ جب تک اتحاد نہ ہو۔ کانفرنس میں ہماری شرکت بے سُود ہے۔ آپ نے کہا۔ کانگریس۔ فوج اور مالیات پر پورے کنٹرول کا مطالبہ کرتی ہے۔ برما کو ہندوستان کے ساتھ شامل رکھنے کے حق میں ہے۔

——— ۴ اپریل کو دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہوگی۔ کانگریس نے مسلم لیڈروں سے مصالحت کی گفت و شنید کے لئے اپنی طرف سے گاندھی جی سردار پٹیل سیٹھ جمنا لال بجاج اور پنڈت مالوی کو مقرر کیا ہے۔

——— معلوم ہوا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو گول میز کانفرنس میں شامل نہیں ہونگے۔ کیونکہ وہ گورنمنٹ سے تعاون کے خلاف ہیں۔ مگر گاندھی جی اور دوسرے لیڈروں کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا بھی نہیں چاہیئے۔

——— معلوم ہوا ہے۔ سزائے موت سے تین دن قبل سردار بھگت سنگھ وغیرہ کو گاندھی جی نے ایک چٹھی کے ساتھ ایک مسودہ بھیجا تھا۔ کہ اس پر دستخط کر دیں۔ اگر دستخط ہو جاتے تو وہ سزائے موت سے بچ جاتے۔ مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ غالباً یہ رحم کی درخواست تھی۔

——— کوٹ دھرم چند متصل ترنتارن ضلع امرتسر میں مسلمانوں اور سکھوں کی آبادی مساوی ہے۔ مسلمان ایک خام مسجد میں نمازیں پڑھتے تھے۔ جسے اب وہ پختہ کرنا چاہتے تھے۔ کہ سکھوں نے تین مسلمانوں کو ہلاک اور سولہ کو مجروح کر دیا۔ سکھوں کی وحشت قابل شرم ہے۔

——— کانپور سے ۲۹ مارچ کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ اب وہاں صورت حالات بہتر ہے۔ ۳ سو آدمی گرفتار ہو چکے ہیں۔ اور اندازہ ہے۔ کہ قریباً دو سو مارے جا چکے ہیں۔ قریب کے ایک شہر فتح پور میں بھی طرح طرح کی افواہیں پھیل رہی ہیں۔ اور فساد کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ الٰہ آباد میں خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے دو ماہ کے لئے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔

——— وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن سر جارج رینی شروع اپریل سے چار ماہ کی رخصت پر جا رہے ہیں۔ آپ کی جگہ سر جارج کاربیٹ کام کرینگے۔

——— سول نافرمانی کے سلسلہ میں یو۔پی میں جن سکولوں کی زرِ امداد بند کر دی گئی تھی۔ حکومت نے ایک اعلان کے ذریعے اسے پھر جاری کر دیا ہے۔ نیز جو طلباء نکالے گئے تھے۔ ان کو بھی دوبارہ داخل کرنے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔

——— ہمارا ایک نامہ نگار نوشہرہ سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ بھگت سنگھ کی پھانسی کے سلسلہ میں دریا کے کنارے ہندو مسلمانوں کا جو جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں ایک سرکردہ ہندو کے یہ کہنے پر کہ اللہ اکبر کی بجائے بندے ماترم کا نعرہ لگایا جائے۔ جھگڑا پیدا ہو گیا۔ مسلمان اس شخص پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے دریا میں غرق کرنے لگے۔ لیکن ہندوؤں کے معافی مانگنے پر چھوڑ دیا۔

——— دہلی۔ ۳۰ مارچ۔ آج اسمبلی میں فسادات کانپور پر بحث ہوئی۔ تو مسٹر ایمرسن نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ اب تک ۴۱۳ گرفتاریاں عمل میں آچکی ہیں۔ ۱۴۲ ہندو مارے گئے ہیں۔ اور ۹۹ مسلمان۔ ۲۱۹ ہندو اور ۱۶۷ مسلمان زخمی ہوئے۔

——— کانگرس کیمپ۔ ۲۸ مارچ۔ نوجوان بھارت سبھا نے گاندھی اروِن صلح نامہ کی مذمت کی اور اسے جنگ آزادی کے خلاف ملکی غداری سے تعبیر کیا۔ اور علی الاعلان کہا۔ کہ ملکی غداروں نے جن کا کانگرس میں غلبہ ہے۔ برطانی حکومت کے ساتھ سازش کر کے حصول آزادی کے راستہ میں روڑا اٹکا دیا ہے۔ عوام کی آزادی کو بیچ دیا گیا ہے۔ اور گول میز کانفرنس میں شامل ہونے کی خاطر ملکی مفاد کو قربان کر دیا گیا ہے۔ قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی۔ قراردادوں کی منظوری کے بعد مالوی جی کو (جو جلسہ میں موجود تھے) مسٹر سبھاش چندر بوس صدر جلسہ نے تقریر کرنے کی دعوت دی۔ جس وقت پنڈت جی تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر آئے۔ تو کئی نوجوانوں نے مالوی واپس جاؤ۔ ہم مالوی کو نہیں چاہتے۔ کے نعرے لگائے۔ صدر کی انتہائی کوشش کے باوجود نوجوانوں کا جوش بڑھتا گیا۔ اور جلسہ میں ایسی ابتری پھیل گئی۔ کہ صدر کو جلسہ برخاست کرنا پڑا۔ عورتوں نے پنڈت مالوی کے گرداگرد حلقہ باندھ کر انہیں موٹر تک پہنچایا۔

——— امرتسر۔ ۳۰ مارچ۔ موضع کوٹ دھرم چند کلاں میں ۲۵ سکھ فساد برپا کرنے اور قتل عمد کے الزام میں گرفتار کئے گئے۔

——— پنجاب مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منٹگمری میں ایک تجویز منظور کی گئی ہے۔ کہ رجسٹرار کوئی مسلمان مقرر کیا جائے۔ یہ تجویز گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہے۔

——— سشن جج چینرا نے دو ڈاکوؤں کے مقدمہ کا جب فیصلہ سنایا۔ اور سزائے قید کا حکم دیا۔ تو انہوں نے اپنے ساتھی سلطانی گواہ پر وہیں حملہ کر دیا۔ جس سے عدالت کا فرنیچر ٹوٹ گیا۔ مگر پولیس نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔

——— ۳۰ کی شام کو کانگریس کے کھلے اجلاس میں گاندھی اروِن سمجھوتہ کی تصدیق کا ریزولیوشن پنڈت نہرو نے پیش کیا۔ ڈاکٹر انصاری نے تائید کی۔ مسٹر جمنا داس مہتہ نے مخالفت کی۔ مگر تین گھنٹہ کے زبردست بحث و مباحثہ کے بعد ریزولیوشن منظور ہو گیا۔

——— انگلستان کے قدامت پسند اخبارات نے فسادات کانپور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اگر احترام قانون و امن کی ذمہ داری انگریزوں کے ہاتھ سے ہندوستانی ہاتھوں میں دیدی جائے۔ تو کئی کانپور بن جائیں۔ ہندوستان کو اغیار کی نظروں میں اس طرح ذلیل کرنے والے ہندوؤں کو ڈوب مرنا چاہیئے۔

——— ۳۰ مارچ کو کونسل آف سٹیٹ نے تین گھنٹہ کی بحث کے بعد فائننس بل پاس کر دیا۔ اور جتنی بھی ترامیم پیش کی گئیں۔ وہ سب گر گئیں۔

——— پیگو کی ایک اطلاع ہے۔ کہ وہاں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات سرعت سے پھیل رہے ہیں۔ باغی برمیوں نے ہندوستانیوں کے چند مکانات جلا دیئے۔

——— ۳۰ مارچ کو اسمبلی میں کانپور کے فسادات کے سلسلہ میں التوائے اجلاس کی تحریک پیش ہوئی مگر دو گھنٹہ کی بحث کے بعد گر گئی۔

——— کراچی کانگریس کے کھلے اجلاس میں جب پنڈت جواہر لال کی طرف سے بھگت سنگھ وغیرہ کے متعلق قرارداد پیش ہوئی۔ تو مسٹر وی ایل شاستری نے ترمیم پیش کی۔ کہ تشدد کے طریق پر اظہار ناپسندیدگی کے الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔ یہ امر قابل ندامت ہے۔ کہ ان عظیم الشان ہستیوں کو نیم دلی سے خراج تحسین ادا کیا جا رہا ہے۔ آپ تقریر کر رہے تھے۔ کہ لاؤڈ سپیکر بند ہو گیا۔ انہوں نے احتجاج کیا۔ کہ عمداً ایسا کیا گیا ہے۔ مسز کملا دیوی نے تقریر کرنی تھی۔ مگر انہیں تائید [illegible]